ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
12 تا 18 اپریل 2007ء
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

صحیح راستہ
رسول اکرم ﷺ اور ہم
تاریخ کا دوسرا راؤنڈ
علامہ بدیع الزماں نورسی
پردہ: عورت کی حقیقی آزادی
ایک دردمندانہ اپیل
تفہیم المسائل
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

ایمان اور اُمید

مومن کو جن ذرائع سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اِن میں سے ایک کا نام امید ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو زندگی کی شبِ تاریک کو منور کرتا ہے اور زندگی کی خوفناک اور پُر پیچ گزرگاہوں میں انسان کو عمل کی صاف سیدھی شاہراہ دکھاتا ہے۔ شجرِ زندگی کو اِس سے بالیدگی مِلتی ہے۔ تمدن کا عظیم الشان قلعہ اپنی تعمیر کے لئے اس کا مرہونِ منّت ہے اور اسی کی بدولت سعادت وخوش بختی کا مزہ قائم رہتا ہے۔

امید انسان میں عمل کا داعیہ پیدا کرتی ہے اور مداومتِ عمل پر اسے ابھارتی ہے۔ کاہل کو چُست اور چُست کو اور زیادہ سرگرم عمل بنا دینا اِس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسان کو جو چیز دِن رات کھیت میں خون پسینہ ایک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ اچھی فصل کی امید ہے۔ تاجر خطرناک سفر اختیار کرتا ہے تو نفع کی امید پر۔ طالب علم کبھی محنت نہ کرتا اگر اسے کامیابی کی امید نہ ہوتی۔ ایک سپاہی اگر شجاعت و جوانمردی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے تو اِس کا محرک فتح وظفر مندی کی امید کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ مریض کڑوی کسیلی دوائیں خوشی خوشی کھا لیتا ہے تو اِس کی وجہ بھی صحت یاب ہونے کی امید ہے۔ ٹھیک اِسی طرح ایک بندۂ مومن اگر خواہشِ نفس کی مخالفت اور اپنے پروردگار کی ہر حالت میں اطاعت کرتا ہے تو اِس عمل کے پیچھے بھی یہ امید ہی کارفرما ہوتی ہے کہ اِسے اپنے پروردگار کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی، اور وہ اِس کے انعاماتِ فراواں کا مستحق ٹھہرے گا۔

جس طرح یاس اور کفر لازم وملزوم ہیں اسی طرح اُمید اور ایمان بھی متلازم ہیں، چنانچہ ایک ایماندار سب سے زیادہ پُر امید ہوتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان نام ہی اُس اعلیٰ اور عظیم طاقت کو تسلیم کرنے کا ہے جو اس کائنات کا انتظام کر رہی ہے، جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور جو کسی کام سے عاجز نہیں۔ ایسی ہستی کو ماننے والا، جو ہر مجبور ومضطر کی پکار سنتی ہے، جواب دیتی اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پُوری پُوری صلاحیت رکھتی ہے، ناامید کیسے ہوسکتا ہے۔

ایمان اور زندگی
علامہ یوسف القرضاوی

سورۃ المائدہ

(آیات: 87تا89)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ
یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ
تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَ احْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

''مومنو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اُن کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور جو حلال طیب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اُسے کھاؤ اور اللہ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔ اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہ کرے گا۔ لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مؤاخذہ کرے گا۔ تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے' جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو' یا اُن کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے' جب تم قسم توڑ دو۔ اور (تم کو) چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔''

کھانے پینے کی چیزوں میں حلت و حرمت کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مشرکانہ اوہام کی وجہ سے پہلی امتوں میں نسلاً بعد نسلٍ کچھ چیزوں کی حرمت ذہنوں میں بیٹھ گئی تھی۔ ایسی چیزوں کے ذہنوں' دلوں اور مزاجوں سے نکلنے میں بہت وقت لگتا ہے اور بار بار اس کی طرف توجہ دلانی پڑتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اہل ایمان کو اسی بارے میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے اُن کو حرام نہ قرار دو' اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے تقویٰ کے جوش میں اور نیکی کے جذبے کے تحت بعض حلال چیزوں کا استعمال اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیتے ہیں' مگر ایسا کرنا بھی پسندیدہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ کھاؤ اُن حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے جو اللہ نے تمہیں دی ہیں۔ یعنی جو چیزیں قانونی طور پر حلال ہیں وہ صاف ستھری اور پاک بھی ہیں۔ اور اُس اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رکھو' جس پر تمہارا ایمان ہے۔

قسمیں کھانے کے سلسلہ میں سورۃ البقرہ میں بھی ذکر آیا تھا اور اب یہاں آخری حکم آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرے گا۔ وہ قسمیں جو بلا قصد و ارادہ محض تکیہ کلام کے طور پر لوگوں کی زبان پر ہوں یعنی بات بات پر واللہ' باللہ کہنا' اور سننے والا ایسے الفاظ کو قسم سمجھتا بھی نہ ہو' ایسی قسموں پر تم پر کوئی گرفت نہیں۔ البتہ' اللہ تعالیٰ ان چیزوں پر تم سے مواخذہ کرے گا جن پر تم نے تاکیداً قسمیں باندھی ہوں گی۔ یعنی تم نے پورے اہتمام کے ساتھ کوئی بات طے کی' اور اس پر قسم کھائی۔

پس اگر اس طرح کی تاکیدی قسم کو توڑنا ہو تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہو گا جو دس مساکین' محتاج افراد کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہو گا' ایسا کھانا جو تم خود کھاتے ہو یا پھر اُن کو کپڑا دینا ہو گا یا تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی غلام کو آزاد کیا جائے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ وہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت کو بھی اختیار کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ مفلس اور فقیر ہے' اُس کے پاس کچھ بھی نہیں' تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کے توڑنے کا۔ جب تم قسم کھا بیٹھو تو اپنی قسموں کی حفاظت کرو' یعنی یا تو قسم پوری کرو' ورنہ کفارہ ادا کرو' یہ بھی قسم کی حفاظت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات واضح فرما رہا ہے' تاکہ تم شکر کرو۔

فرمان نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ تعالیٰ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ)) [رواہ المسلم]

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکل و صورت اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں پر نگاہ رکھتا ہے۔''

تشریح: انسان کا تمام تر شرف و کمال علم و عمل میں ہے نہ کہ مال و دولت میں۔ اس کی قدر و منزلت حسن سیرت میں ہے نہ کہ حسن صورت میں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو گویا اس کے دل میں ایمان کا بیج بو یا جاتا ہے۔ پھر وہ خلوص کے پانی سے اس کی آبیاری کرتا ہے تو نیکی کا بیج پھوٹتا ہے اور عمل صالح سے وہ برگ و بار لاتا اور پھلتا پھولتا ہے' اور تب وہ سدا بہار نخل کی طرح خود بھی تر و تازہ رہتا ہے اور اس سے اللہ کی دوسری مخلوق بھی فیض یاب ہوتی رہتی ہے اور یہی اچھے انسانوں کے جینے کا مقصد ہے کہ ایک طرف رب تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کریں تو دوسری طرف اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و قیمت سیرت و کردار کی ہے نہ کہ حسن و جمال اور مال و دولت کی۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیح راستہ

اسلام آباد کی لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ اور حکومت کے مابین تنازعہ طول پکڑتا جارہا ہے اور معاملات سلجھنے کی بجائے الجھتے چلے جارہے ہیں۔ فریقین میں سے جہاں تک حکومت کا تعلق ہے اُس کے مقدر پر پہلے ہی کالے کوٹ اور نکٹائی کی سیاہی چھائی ہوئی تھی' لال مسجد کی انتظامیہ اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے اُسے مکمل طور پر مفلوج کردیا ہے۔ روشن خیالی کے پرچارک صدر کا اندازِ گفتگو بتاتا ہے کہ بوڑھے جرنیل اور بوڑھے شیر کے انجام میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حکومت کی بوکھلاہٹ اور بے بسی دیدنی ہے۔ وہ حکومتی رٹ جس کی دن رات رَٹ لگائی جاتی تھی' ملک بھر میں کہیں نظر نہیں آتی۔ رہا معاملہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کا' وہ حکومت کی کمزوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھتی اور ظاہری طور پر مضبوط ہوتی نظر آتی ہے۔ پہلے وہ حکومت کو منہدم مساجد کی تعمیر نو اور ملک میں نفاذ شریعت پر مشتمل مطالبات پیش کررہی تھی' اب وہ میدان میں نکل کر علاقے کی وڈیو شاپس کا کاروبار بند کرنے کا حکم دے رہی ہے۔ ایک فحاشی کے اڈے پر اقدام کرتے ہوئے اہل محلہ کو اس گندگی سے پاک کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ دو سرکاری اہلکاروں کو یرغمال بنایا گیا ہے اور اب شرعی عدالتوں کے قیام کا اعلان بھی کردیا گیا ہے۔

اِن صفحات میں ہم نے ہمیشہ حق بات کہنے کی کوشش کی ہے' چاہے اس کی زد کسی پر بھی پڑے۔ لہٰذا ہماری رائے میں لال مسجد کی انتظامیہ ظاہراً مضبوط لیکن حقیقتاً کمزور ہورہی ہے۔ قانون کو ہاتھ میں لینے کے مسئلہ پر پہلے وہ عوامی تائید سے محروم ہوئی' پھر مذہبی رہنماؤں اور دینی جماعتوں کے ذمہ داران نے بھی اُن کے اقدام سے لاتعلقی کا اعلان کردیا۔ قاضی حسین احمد نے آغاز میں لال مسجد میں اعتکاف کیا تھا' اب اُن کے بیانات میں تبدیلی آچکی ہے۔ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت ہے' وہاں سے ایک سرکاری اعلان کے ذریعے لال مسجد کی انتظامیہ سے واضح اختلاف کا اظہار ضروری سمجھا گیا ہے۔ تنظیم وفاق المدارس کا اختلاف بھی سامنے آچکا ہے۔ ہمارے نزدیک مذہبی قوتوں کی یہ تقسیم بہت ضرر رساں ثابت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کو وہ جوان اور مردانِ کار میسر آئے ہیں جو نہ صرف مذہبی جوش و جذبہ رکھتے ہیں' اور مشرف حکومت کی روشن خیالیوں سے شدید نفرت کرتے ہیں' بلکہ وہ مذہبی سیاسی جماعتوں سے بھی بُری طرح مایوس ہوئے ہیں' کیونکہ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت بھی نفاذِ دین کے حوالہ سے پانچ سال میں کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکی۔ لہٰذا ان تجربات سے مایوس اِن مخلص کارکنوں کے ذہن میں یہ بات سما گئی ہے کہ بیلٹ سے نہیں بُلٹ سے ہدف حاصل ہوگا۔ چنانچہ لال مسجد کی انتظامیہ اِن طبقات کے زیرِ اثر محسوس ہوتی ہے اور شریعت یا شہادت کے پُرجوش نعرے لگ رہے ہیں۔ اب برادران کے لئے اِس نعرہ سے پسپائی اختیار کرنا آسان کام نہیں ہے۔

نصیحت اور وصیت کا حق ادا کرنا چونکہ ہمارا دینی فریضہ ہے' اِس لئے ہم مولانا عبدالعزیز' مولانا عبدالرشید اور دینی جذبے سے سرشار پُرجوش کارکنوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ پاکستان یا کسی بھی خطۂ ارضی میں نفاذِ اسلام کی کوششوں سے کسی کافر یا بے دین کو ہی اختلاف ہوسکتا ہے۔ کسی فقہی بحث میں الجھے بغیر ہم مسلمانوں کے کسی ملک میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کو نماز کی طرح فرض سمجھتے ہیں۔ نماز کو آنحضور ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا' نماز عماد الدین ہے۔ نماز ارکانِ اسلام میں پہلے نمبر پر ہے۔ یہ شعر ہمارے لئے ایمان کی حیثیت رکھتا ہے۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود اوّلیں پرسشِ نماز بود

لیکن یہی نماز اگر عین سورج کے طلوع اور غروب کے موقع پر پڑھی جائے یا زوال کے وقت پڑھی جائے یا عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد مغرب سے پہلے پڑھی جائے تو یہ ایک ممنوعہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ بعینہٖ اِسی طرح اگر اسلامی نظام کے نفاذ کی کاوش میں مراحل کو ترتیب کے ساتھ طے نہ کیا گیا اور منہج نبویؐ سے صرفِ نظر کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ انتشار اور افتراق کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگے گا۔

مولانا عبدالعزیز نے سوال و جواب کی ایک نشست میں ارشاد فرمایا ہے کہ "کچھ لوگ کہتے ہیں (باقی صفحہ 7 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 12 تا 18 اپریل 2007ء — 23 تا 29 ربیع الاوّل 1428ھ — شمارہ 14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638: فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بالِ جبریل کی رُباعیات

[61 غزلوں کے بعد اور مسجد قرطبہ میں لکھی گئی دُعا سے پہلے ''رباعیات وقطعات'' کا حصہ ہے۔ اِن رباعیات کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اِن میں استعارات' تشبیہات اور کنایات کی فراوانی ہے۔ بہت کم مصرعے ایسے ہیں جن کے لفظی معنی مراد ہوں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ہر رباعی معارف وحقائق سے معمور ہے۔ اِن دونوں خصوصیات کے امتزاج سے اِن رُباعیات میں غیر معمولی دلکشی پیدا ہوگئی ہے۔]

پہلی رباعی

رہ و رسمِ حرم نامحرمانہ
کلیسا کی ادا سوداگرانہ
تبرک ہے مرا پیراہنِ چاک
نہیں اہلِ جنوں کا یہ زمانہ!

''رہ ورسمِ حرم'' سے اُمتِ اسلامیہ کی روش یا موجودہ طرزِ حیات مُراد ہے۔ ''نامحرمانہ'' سے روحِ اسلام یعنی عشق سے بیگانگی مراد ہے۔ ''کلیسا کی ادا'' سے اقوامِ مغرب کا طریقِ عمل مُراد ہے۔ ''سوداگرانہ'' سے اخلاق حسنہ سے محرومی مراد ہے۔ ''تبرک'' سے مراد قابلِ قدر شے ہے' ''پیراہن چاک'' سے درس عشقِ الٰہی مراد ہے۔ ''اہلِ جنوں'' سے بندگانِ خدا یعنی اللہ سے محبت کرنے والے مراد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں اللہ والوں کا فقدان ہے۔ چنانچہ ملتِ اسلامیہ تو عشقِ الٰہی سے بیگانہ ہوچکی ہے۔ اب رہیں اقوامِ مغرب تو اُن کا زاویۂ نگاہ بالکل مادہ پرستانہ ہو چکا ہے۔ ان کی پوری زندگی' تجارتی اصولوں پر بسر ہو رہی ہے' یعنی اُن کا مقصدِ حیات جلب منفعت ہے۔ ایسے حالات میں میرا پیغام (خودی) دنیا والوں کے لیے بساغنیمت ہے' بلکہ موجب خیر وبرکت ہے' کیونکہ اس پر عمل کرنے سے بنی آدم اپنی خودی کی تربیت کر کے اپنا مقصد حیات حاصل کر سکتے ہیں' اور یہ بات تو سابقہ غزلوں کی تشریح میں بار بار واضح کی جا چکی ہے کہ اقبال کے نزدیک خودی صرف عشق سے مستحکم ہوسکتی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اقبال کہتے ہیں کہ میں نے مادیت اور کاروباریت کے اِس دور میں بنی آدم کو عشقِ الٰہی کا پیغام دیا ہے جو اِس لائق ہے کہ اسے تبرک کی طرح متبرک ومحترم قرار دیا جائے۔

دوسری رباعی

ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا
تڑپ جا' پیچ کھا کھا کر بدل جا
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج
اُبھر کر جس طرف چاہے نکل جا!

''ظلام'' ظلمت کی جمع ہے یعنی اندھیرا۔ انسانی زندگی تو ایک بحرِ بے کنار ہے جس میں ایسے پیچیدہ مسائل موجود ہیں جن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انتہائی جدوجہد اور عمل کی ضرورت ہے۔ مراد یہ ہے کہ زندگی بے شک انتہائی مشکل اور کٹھن ہے' اس کے باوجود جواں ہمت لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اِس پیچیدہ صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے راہ خود ہموار کریں اور پھر بھی ناکامی کا خدشہ ہو تو راہ بدل لیں' اور کوئی مناسب طرزِ عمل اختیار کریں۔ اقبال کہتے ہیں کہ اے نوجوان! زندگی اور دنیا کی مشکلات سے ہراساں نہ ہو۔ اگر ناکامی ہو تو ہمت نہ ہار' مسلسل جدوجہد کر۔ ایک تدبیر کارگر نہ ہو تو دوسری تدبیر اختیار کر' یعنی بدل جا۔ یاد رکھ کہ تیری تقدیر میں سکون نہیں ہے' کیونکہ سکون موت کا دوسرا نام ہے۔ تُو دنیا میں سکون اور آرام کی زندگی اختیار کر کے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک تُو زندہ ہے' سعیِ پیہم ہی تیری تقدیر ہے۔ ساحل کی آرزو مت کر' اس کے بجائے دنیا کی کشمکش میں حصہ لے۔ کامیابی ساحل کی طرف جانے سے نہیں ہوگی' بلکہ ابھرنے یعنی مشکلات پر غالب آنے سے حاصل ہوگی۔ اقبال نے اسی مضمون کو ''پیامِ مشرق'' میں یُوں بیان کیا ہے:

بدریا غلط و با موجش در آویز!
حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

تیسری رباعی

مکانی ہُوں کہ آزادِ مکاں ہُوں؟
جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہُوں
وہ اپنی لامکانی میں رہیں مست
مجھے اِتنا بتا دیں میں کہاں ہُوں؟

اقبال نے خدا سے یہ سوال کیا ہے کہ میں زمان ومکاں کی قید میں ہوں یا آزاد ہوں؟ کمالِ فن یہ ہے کہ بظاہر جواب نہیں دیا' لیکن جو شخص اقبال کے فلسفیانہ افکار سے واقف ہے' جانتا ہے کہ جواب' خود سوال میں موجود ہے' یعنی اقبال کی رائے میں اگرچہ انسان زمان ومکاں کی قید میں ہے' لیکن وہ اپنی اصل کے لحاظ سے ''آزادِ مکاں'' ہے' کیونکہ انسان کی رُوح مادی ومکانی نہیں ہے بلکہ تجلیِ صفاتِ باری تعالیٰ کا پرتو ہے۔ اقبال پوچھتے ہیں کہ بے شک باری تعالیٰ کی لامکانی مسلّمہ امر ہے' لیکن مجھے کم ازکم یہ تو بتایا جائے کہ اِس کائنات میں میرا مقام کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ اور ہم

سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے منعقد ہونے والی ایک نشست سے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا خطاب

[گزشتہ سے پیوستہ]

سورۃ الاعراف کی آیت 157 کے دوسرے حصے میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں تین باتوں کا تذکرہ کیا گیا' جو آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہیں۔ فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط﴾

''وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے' اتارتے ہیں۔''

پہلی بات: ''يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ'' یعنی آپ لوگوں کو خیر و بھلائی کا حکم دیتے ہیں' اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ آپ کی آمد سے قبل اہل کتاب نے خیر و شر اور معروف و منکر کے معیارات تبدیل کر دیئے تھے۔ بعض انتہائی قبیح باتیں بھلی سمجھی جاتی تھیں اور بہت سے نیکی اور بھلائی کے امور کو منکر اور برا تصور کیا جاتا تھا۔ آپؐ نے معروف اور منکر کے غلط معیارات کو درست کیا۔ مثال کے طور پر اہل کلیسا کے ہاں تقویٰ کی علامت یہ بات خیال کی جاتی تھی کہ آدمی شادی نہ کرے' کیونکہ اس طرح وہ اللہ سے لو لگا سکتا ہے' حالانکہ یہ بات غیر فطری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اہل کلیساء کے غلط تصور کے برعکس خود بھی نکاح کئے اور اپنے پیروؤں کو بھی نکاح کی ترغیب دلائی۔ پھر یہ کہ آپؐ نے ترک دنیا اور رہبانیت جیسے گمراہ کن تصورات کی نفی کی اور اہل دنیا کو بتایا کہ زندگی کی منجدھار سے کٹ کر زندگی گزارنا اصل نیکی نہیں بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ معاشرے میں رہ کر اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزاری جائے' اور رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے قیام کے لئے جدوجہد اور جہاد و قتال کیا جائے' یہی بندگی کا تقاضا ہے۔

دوسری بات: آپ کا دوسرا وصف یہ بیان ہوا کہ '' وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ'' یعنی آپؐ پاک چیزوں کو اُن کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حلال و حرام کے حتمی فیصلوں کو اپنے نبی ﷺ کے ذریعے نافذ کریں گے۔ یہودیوں کی شرارتوں کی بنا پر اُن پر کھانے پینے کی چیزوں میں بہت تنگی تھی' جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا گیا: (ترجمہ) ''تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں' جو اُن پر حلال تھیں' حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے۔'' نبی اکرم ﷺ نے آ کر اللہ کے حکم سے ان تنگیوں میں آسانیاں کیں اور تمام طیب اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کر دیا' تاکہ نوع انسانی کسی بھی طیب اور پاکیزہ چیزوں سے محروم نہ رہے اور ناپاک چیزیں مثلاً لحم خنزیر اور سود خوری وغیرہ' انہیں حرام قرار دیا۔ تاکہ انسان ان کی مضرت اور ہلاکت سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

تیسری بات: نبی مکرم ﷺ کا انسانیت پر تیسرا احسان عظیم ہے کہ ''وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ'' اور آپ اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر تھے اتارتے ہیں۔ ''**يضع عنهم اصرهم والا غلل**'' سے مراد ان بوجھوں اور پابندیوں کا ہٹانا بھی ہے کہ جنہیں بنی اسرائیل کے فقیہوں نے اپنی قانونی موشگافیوں اور تورع کے مبالغوں سے اور عوام نے اپنے توہمات اور خود ساختہ حدود و ضوابط سے اپنے اوپر لاد رکھا تھا۔ پھر یہ کہ اِن میں وہ تمام ظالمانہ بوجھ اور ناروا پابندیاں بھی شامل ہیں جن سے نوع انسانی کو قیامت تک پالا پڑ سکتا تھا۔ اگر اختصار کے ساتھ بات کی جائے تو اس میں بطور خاص تین طرح کے بوجھ ایسے ہیں کہ جن سے آپؐ کی بعثت سے نوع انسانی کو نجات ملی۔

غیر اللہ کی محکومی سے رہائی:

آپ کی دعوت کے ذریعے انسان اللہ کی زمین پر اللہ کی بندگی کرنے کے لئے مکمل طور پر آزاد ہو گیا۔ اُس کے لئے حریت فکر' آزادی عمل اور فکری تگ و دو میں حصہ لینا ممکن ہو گیا۔ کسی چیز پر کسی شخص یا گروہ کی اجارہ داری نہ رہی۔ پورے کا پورا دین جو بے شمار چھوٹے بڑے خداؤں کی ملکیت میں بٹا ہوا تھا' سمٹ کر تمام تر ایک اللہ کے لئے وقف ہو گیا اور انسان بندگی کے فطری مقام پر کھڑا کر دیا گیا۔ انسان کا خالق و مالک اور الٰہ فقط اللہ ہے اور اللہ نے انسان کو آزاد پیدا کیا' مگر اُسے خود اپنے ہی نوع کے انسانوں نے اپنا محکوم اور غلام بنا لیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انسانیت کو غیر اللہ کی محکومی کے شکنجے سے نجات دلائی۔ ملوکیت کے جابرانہ نظام میں تمام اختیارات فرد واحد یا ایک خاندان کو حاصل ہوتے تھے' جملہ حقوق بھی انہی کو حاصل ہوتے' رعایا کے لئے حقوق کا کوئی تصور نہ تھا۔ آپؐ نے اپنی دعوت توحید کے ذریعے دنیا پر واضح کر دیا کہ انسانوں میں کوئی آقا و بندہ نہیں۔ آقا اللہ تعالیٰ ہے اور سبھی اُس کے بندے ہیں۔ انسانوں میں کسی کو بھی حق حاکمیت حاصل نہیں ہے۔ حاکم فقط اللہ ہے' اور انسان اُس کا خلیفہ ہے۔ خلیفہ ہونے کے ناطے وہ خواہ زمین کے بڑے سے بڑے حصے کا حکمران ہو' بڑی سے بڑی اجتماعیت کا ذمہ دار اور صاحب اختیار ہو' اپنے اختیارات کو شرعی حدود اور ضوابط کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہے۔ اِسی طرح اُسے کوئی خصوصی حقوق حاصل نہیں' بلکہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح ہے۔ سماجی سطح پر اور قانون کی نگاہ میں حکمران اور رعایا برابر ہیں۔ اُن میں کوئی فرق نہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا' نہ کوئی بندہ نواز

یہی وہ فکری انقلاب تھا جس کے مظاہر سے ابتدائی دور اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ فتح بیت المقدس کے موقع پر خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی یروشلم آمد کا روح پرور منظر ہر آدمی تخیل کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے جب خلیفۂ وقت اونٹ کی مہار تھامے پیدل چلے آتے تھے اور آپؓ کا خادم اونٹ پر سوار تھا۔

آج دنیا میں انسانی حقوق کا بڑا چرچا ہے' لیکن حقوق کا یہ نعرہ تو درحقیقت اُن حقوق کی ادنیٰ سی جھلک ہے جو آپؐ نے چودہ سو برس قبل انسان کو عطا کئے تھے۔ آزادی فکر و عمل' تحفظ جان و مال' عزت و آبرو کی حفاظت اور انسانی مساوات جیسے حسین تصورات بلاشبہ آپؐ ہی کے فکری انقلاب کا پرتو ہیں۔

مذہبی جبر سے آزادی:

انسان نہ صرف سیاسی محکومی کی جکڑ بندیوں میں جکڑا ہوا تھا' بلکہ اُسے گمراہ مذہبی پیشواؤں کی خود ساختہ ظالمانہ پابندیوں کا بھی سامنا تھا۔ اہل مذہب عوام کو باور کرا رہے تھے کہ چونکہ وہ گناہ گار ہیں' لہٰذا براہ راست اللہ سے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ وہ یہ رابطہ ہمارے ذریعے سے ہی کر سکتے ہیں۔ اِس فکر کے سبب مذہبی رہنماؤں کو خوش رکھنا عوام کی مجبوری تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے آ کر

یہ بتایا کہ تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں۔ بندہ ہونے کے ناطے چاہیے کہ ہر شخص اللہ سے براہِ راست اپنا تعلق استوار کرے' اُس سے دُعا مانگے' اُس سے مناجات کرے' اُس سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے۔ اللہ سے دُعا کے لئے کسی وسیلے (middle man) کی ضرورت نہیں۔

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴾ (البقرہ)

"اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو اُن کو چاہیئے کہ مجھے ہی پکاریں اور مجھ پر ایمان لائیں' تاکہ نیک رستہ پائیں۔"

اِسی مضمون کو اقبال نے خوبصورت شعری جامہ پہنایا ہے۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو

الغرض آپؐ کی آمد سے انسانیت کو پرانے مذاہب کی دیو مالا' اہل مذہب کی مذہبی اجارہ داری' استحصال کرنے والوں کے ایک بھاری سلسلے' پیچ در پیچ افکار و نظریات کے شدید چکر اور خام خیالیوں کے پُرفریب جنگل سے نجات ملی۔ انسانیت کو اپنی قیادت کی رتھ میں جوتنے اور انہیں خوف و دہشت میں مبتلا کر کے اپنے مفادات کی مستقل اساس بنائے رکھنے والے مذہبی اجارہ داروں سے دنیا کو چھٹکارا مل گیا۔

ظالمانہ رسومات و رواجات سے چھٹکارا:

شادی بیاہ اور موت مرگ کے مواقع پر تقریبات اور رسومات کا سلسلہ تقریباً دنیا کی ہر تہذیب اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے۔ ہر دو مواقع پر نظر آتا ہے کہ اہل ثروت امیر طبقات ان مواقع پر خوب خرچ کرتے ہیں اور رسومات کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ان رسومات کو سوسائٹی کا ایک محدود طبقہ تو "افورڈ" کر سکتا ہے مگر معاشرے کی اکثریت اِن کے بوجھ تلے کچلی جاتی ہے۔ یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ ہمارے ہاں کسی کی موت کے بعد سوئم' دسواں اور چہلم اور نہ معلوم کیا کیا رسومات ادا کی جاتی ہیں' جن کے حوالے سے عوام الناس پر بہت بڑا اور ناروا بوجھ پڑتا ہے۔ حالانکہ نبی رحمت ﷺ اس نوع کے تمام بوجھوں سے انسانیت کو نجات دلا کر گئے تھے۔

اسی طرح شادی بیاہ کے مواقع پر تو آج رسومات کا ایک طومار ہے۔ اور یہ سب اپنی اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتی ہیں۔ منگنی اپنی جگہ ایک مستقل تقریب ہے۔ شادی کے قریب تیل کی رسم اپنی جگہ ایک الگ تقریب ہے۔ مہندی کی رسم کی اپنی جگہ ایک الگ حیثیت ہے۔ اس موقع پر مہمان آتے ہیں' عزیز و اقارب جمع ہوتے ہیں' دیگیں پکتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت زیادہ اخراجات اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پھر نکاح کی تقریب ہوتی ہے، پھر بارات کے ساتھ رخصتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ولیمے کی باری آتی ہے۔ اس سلسلے کے ایک بہت بڑے خرچ کا عنوان ہے جہیز۔ یہ وہ چند چیزیں ہیں جو میرے علم میں ہیں' ورنہ ان میں ہر دور میں وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ ہی ہوتا ہے' کمی نہیں آتی۔ یہ ساری چیزیں سماج پر بہت بھاری بوجھ ہیں' اور سوہانِ روح بنی ہوئی ہیں۔ درحقیقت اس طرح کی اکثر رسومات معاشرتی جبر کا شاخسانہ ہیں۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر آپ اپنی بیٹی کے لیے ان رسومات کا اہتمام نہیں کریں گے تو ہمیشہ کے لیے ایک داغ رہ جائے گا' ناک کٹ جائے گی، لوگ کیا کہیں گے۔ اگرچہ جیب میں پیسے نہیں ہیں، دو وقت کی روٹی مشکل سے چلتی ہے لیکن ان مہنگی تقاریب کا اہتمام بہرحال کرنا ہے' خواہ اِس کے لیے قرض لینا پڑے اور خواہ اس کے لیے حرام ذرائع کو اختیار کرنا پڑے!

بنظر غائر دیکھیے' آج کل شادی بیاہ کی جتنی رسومات ہیں' وہ سب کی سب غیر اسلامی ہیں۔ ان تقاریب میں سے زیادہ تر کا تعلق ہمارے سابقہ پس منظر یعنی ہندوانہ تمدن سے ہے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو ان تقاریب کا زیادہ تر بوجھ لڑکی والے پر آ رہا ہے۔ منگنی کی رسم ہو یا تیل کی رسم، مہندی کی رسم ہو یا رخصتی کا معاملہ' نکاح کی تقریب یا جہیز کا وبال' سارا بوجھ لڑکی والے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لڑکیوں کے رشتے نہیں ہو پاتے۔ والدین کوشش کے باوجود بھی اُن کے ہاتھ پیلے نہیں کر سکتے' اور بہت سی لڑکیاں گھر میں بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔

ان سارے فسادات کی وجہ یہ ہے کہ ہم آج اس اسلام سے بہت دور ہو گئے ہیں جو آنحضور ﷺ ہمیں دے کر گئے۔ آنحضور ﷺ جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے' لوگوں کو ان بوجھوں سے نجات دلانے آئے تھے' اور نجات دلا کر تشریف لے گئے تھے۔ یہ تو ہماری اپنی نادانی تھی کہ ہم نے اپنی جہالت اور صراطِ مستقیم سے ہٹ جانے کی وجہ سے وہ بوجھ اپنی گردن اور اپنے کندھوں پر واپس لاد دیے۔ چنانچہ اگر ہم اسوۂ رسول کو اختیار کریں تو لڑکی والے پر ایک پیسے کا بوجھ نہیں آتا۔ ذرا سوچیے' آنحضورؐ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیسے کیا تھا؟ آپؐ کے دور میں دیگر نکاح کیسے ہوتے تھے؟ آپؐ نے خود کئی نکاح کیے' وہ کیسے ہوئے؟ سیرت کی کتابوں میں یہ تمام واقعات محفوظ ہیں۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے "النکاح من سنتی" یعنی "نکاح کرنا میری سنت (میرا طریقہ) ہے"۔ لہٰذا سنتِ رسول کی حیثیت سے نکاح کو بڑا تقدس حاصل ہے۔ ہم سب بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ نکاح کیا تو سنتِ رسولؐ پر عمل ہو گیا۔ لیکن کتنی ستم ظریفی ہے کہ اس سنت کی ادائیگی سے متعلق دوسرے مسنون معاملات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آنحضور ﷺ

پریس ریلیز

17 اپریل 2007ء

"اسلامی انقلاب کے لئے ملک گیر جماعت کے ذریعے ایک منظم' پُرامن' مطالباتی' احتجاجی اور مزاحمتی تحریک ضروری ہے"

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ اسلام آباد کی مرکزی لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا معاملہ جو صورتِ حال اختیار کر چکا ہے وہ نہایت تشویش ناک ہے اور اس میں ملک وملت ہی نہیں خود اسلام کے بھی بالاتر اور وسیع تر مفادات پر زد پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس ضمن میں ایک جانب اس تحریک کے قائدین سے التماس ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں اور اپنے مطالبات کو ابتدائی مطالبات تک ہی محدود رکھیں اور قانون اپنے ہاتھ نہ میں لیں اور نہ امن و امان کو نقصان پہنچائیں۔ دوسری طرف حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے میری گذارش ہے کہ وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیں اور ملک کی سربرآوردہ مذہبی قیادت کے ذریعے مذاکرات سے مسئلے کا پُرامن حل تلاش کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ اور حاکم بدہن کوئی گولڈن ٹمپل امرتسر یا امریکہ کے "ڈیوڈ کوریش" والے حادثات کے مماثل کوئی حادثہ رونما ہو جائے۔ اس موقع پر یہ وضاحت بھی مناسب ہے کہ موجودہ صورتِ حال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے مخلص اور جوشیلے مذہبی کارکن نفاذِ شریعت اور قیامِ نظامِ اسلامی کے ضمن میں محض وعظ و تبلیغ سے بھی مایوس ہو چکے ہیں اور انتخابات کے عمل سے بھی مایوس ہو چکے ہیں۔ نتیجے میں وہ جس رائے تک پہنچے ہیں وہ اس اعتبار سے تو صحیح ہے کہ ملک میں نفاذِ شریعت اور قیامِ نظامِ اسلامی کا عمل صرف اور صرف مطالباتی، احتجاجی اور مزاحمتی عوامی تحریک کے ذریعے ہی ممکن ہے' لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ایسا عمل کسی محدود سی جگہ پر شروع کر کے کوئی نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایسی ہی غلطی جو اس وقت یہ جوشیلے حضرات کر رہے ہیں' اس سے قبل مالاکنڈ کے مولوی صوفی محمد بھی کر چکے ہیں۔ اس عمل کے لیے لازم ہے کہ پہلے ایک ملک گیر جماعت قائم ہو جس کے منظم کارکنوں کی تعداد ملک بھر میں لاکھوں سے تجاوز کر جائے تو اس کے بعد ایک منظم اور پُرامن مطالباتی، احتجاجی اور مزاحمتی تحریک کے لیے عوام کو سڑکوں پر لا کر حکمرانوں کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ یا تو ملک میں شریعت نافذ کریں اور نظامِ اسلام کو قائم کریں یا اپنی جان بچا کر بھاگ جائیں جیسے کہ حال ہی میں یوکرائن، جارجیا کرغزستان وغیرہ بہت سے ممالک میں ہو چکا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کی اس معاملے میں سنت کیا تھی' خود انہوں نے نکاح کے معاملے کو کیسے سرانجام دیا' ہم اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ نکاح اور شادی بیاہ کے ضمن میں جو اسوہ آپؐ نے امت کے لیے چھوڑا' وہ انتہائی سادہ ہے۔ اسلام میں منگنی نام کی کوئی تقریب نہیں۔ راہ چلتے بھی آپ بات طے کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے سیرت کی کتابوں میں ہمیں کوئی تقریب نہیں ملتی۔ تیل اور مہندی نام کی رسموں کا سراغ بھی آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں نہیں ملتا۔ اِسی طرح مروجہ بارات کا تصور بھی جہیز سے وابستہ ہے۔ جب جہیز کا اسلام میں کوئی تصور نہیں' تو بارات کی ضرورت نہیں رہی۔ جہیز کے بارے میں ہمارے ہاں حضرت فاطمہ کی شادی کے حوالے سے جہیز فاطمہؓ کا بڑا تذکرہ ہوتا ہے' حالانکہ حضرت فاطمہؓ کو جو سامان دیا گیا' یعنی کھجور کی چھال کا ایک گدا، دو تکیے' ایک مشکیزہ' اور ایک چکی' اُسے جہیز کہنا صریحاً غلط ہے۔ اس لیے کہ آپؐ نے یہ سامان اپنے پاس سے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ کی رقم سے لے کر دیا تھا۔ لہٰذا اس سے جہیز کا ثبوت تلاش کرنا درست نہیں۔

نکاح سے متعلق صرف دو تقاریب سنت سے ثابت ہیں۔ تقریب نکاح اور تقریب دعوتِ ولیمہ اور یہ دونوں لڑکے والوں کے گھر کی تقریبات ہیں۔ اُن کا خرچ لڑکی والوں پر نہیں آتا ہے۔ پھر یہ کہ انہیں بھی سادگی سے منانے کی تعلیم ہے۔

آیت زیر بحث کے آخری حصے میں نبی اکرم ﷺ کے تعلق سے ہم لوگوں کی ذمہ داریوں کا تذکرہ ہے' جن کی ادائیگی بہرصورت لازم ہے' اگر کوئی اِن میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں نبی ﷺ کا محب نہیں ہوسکتا۔ آپ کا سچا عاشق وہی ہو گا جو اِن چار باتوں کا اہتمام کرے گا۔ فرمایا:

﴿...... فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

''تو جو لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی توقیر و تعظیم کی اور انہیں مدد دی اور جو نور اُن پر نازل ہوا ہے اُس کی پیروی کی' وہ فلاح پانے والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کا پہلا حق یہ ہے کہ ہم دنیا والے آپؐ کی رسالت پر ایمان لائیں۔ آپؐ کو خاتم النبیین اور اللہ کا آخری رسول مانیں' آپ کو مطاع تسلیم کریں۔ آپؐ کے اسوہ کی پیروی کریں' آپؐ کے ایک اشارہ ابرو پر اپنا سب کچھ نچھاور کریں' جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ ایمان وہی معتبر ہے جس کی گواہی عمل دے رہا ہو۔ ایمان کے ضمن میں وہ روش مطلوب ہے' جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہؓ چلے۔ منافقین کا سا ایمان نہ ہو کہ وہ بظاہر تو قسمیں کھا کھا کر آپؐ کے رسول ہونے کا اعلان کرتے' مگر حقیقت میں ایمان سے تہی دست تھے۔ ایمان کے عملی تقاضوں کو ادا کرنا انہیں گوارا نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ ہم آپؐ کی تعظیم کریں۔ الحمد للہ' ہم سب مسلمان آپؐ کا حد درجہ احترام کرتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں آپؐ کی عظمت' رفعت اور عقیدت پائی جاتی ہے۔ آپؐ کی حرمت پر کٹ مرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اِس لیے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ جانتا ہے کہ۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

تاہم ہمارے ہاں تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے' جو انکارِ سنت کے فتنہ کا پرچارک ہے اور یہ فتنہ آپؐ کے مقام و مرتبے کو گھٹانے کی سازش ہے' کیونکہ اِس کا حاصل یہ ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کو مطاع نہ مانا جائے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ اِس فتنہ کا توڑ کیا جائے اور مسلمانوں کو اِس کے تباہ کن اثرات اور نتائج سے محفوظ رکھنے کی تدابیر کی جائیں۔

تیسری بات یہ کہ ہم آپ کی نصرت کریں۔ نصرت سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جو مشن عطا کیا گیا' اُس کی تکمیل کے لئے ہم جدوجہد کریں۔ آپؐ کا مقصد بعثت دین حق کا غلبہ تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے آپ کا ساتھ دیا' اپنا تن من دھن قربان کیا۔ اور اِس کے نتیجے میں دین حق پہلے جزیرہ نمائے عرب اور عہد خلافت راشدہ میں چھبیس لاکھ مربع میل کے رقبے پر غالب آ گیا۔ لیکن ابھی دین کو کل روئے ارضی پر غالب ہونا ہے۔ جب دینِ پوری دنیا پر غالب ہوگا' تب ہی آپؐ کا مشن اتمامی صورت میں مکمل ہوگا۔ اِس مقصد کے لئے ہمیں بہرحال جدوجہد کرنی ہے' اِسی لئے اقبال نے کہا ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

چوتھی بات یہ ہے کہ ہم اُس نورِ وحی کا اتباع کریں' جو آپ پر نازل ہوا۔ اور نورِ وحی میں قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ دونوں شامل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور سنت وحی غیر متلو۔ قرآن اور سنت ہمارے لئے زندگی گزارنے کا بہترین راستہ ہیں۔ اِن کی پیروی نجات اور کامیابی کا زینہ اور گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' اگر انہیں تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اِن میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنی انفرادی زندگی میں بھی قرآن و سنت کی پیروی کریں اور حیات اجتماعی میں بھی قرآن حکیم اور دین حق کو غالب کریں۔ الھدٰی (قرآن حکیم) اور دین حق اللہ کی رحمت کے دو مظاہر ہیں۔ افسوس کہ آج ہم اِن سے فائدہ نہیں اُٹھا رہے اور اِن کی پیروی نہیں کر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ذلیل و رسوا ہیں۔ اگر ہم اِن پر عمل پیرا ہوں' آپؐ کے حقوق ادا کریں تو پھر ہمارے لئے فلاح و کامرانی کا وعدہ ہے۔ چنانچہ آیت کے آخر میں فرمایا: '' اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ '' یہی وہ لوگ ہیں کہ جو فلاح پانے والے ہیں۔ اور یہ فلاح آخرت ہی کی نہیں' بلکہ اِس میں دنیا کی سربلندی اور غلبہ بھی شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ کا وعدہ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران)

''اور سست نہ ہوا اور نہ غم کھاؤ اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو تم ہی سربلند ہو گے۔''

گویا نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ان چار باتوں پر جو آیت مذکور میں بیان ہوئی ہیں' پورے اترنے والے ہی فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوں گے' انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص کا اعلان فرمایا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں نبی رحمت ﷺ میدانِ حشر میں حوضِ کوثر سے سیراب فرمائیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں آپؐ روزِ محشر شفاعت فرمائیں گے۔

اللھم ربنا اجعلنا منھم [مرتب: محبوب الحق عاجز]

بقیہ: اداریہ

کہ ہم ابھی مکی دور میں ہیں' لہٰذا ابھی کوئی اقدام نہیں ہوگا۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ کیا مکی دور میں نماز کا نظم قائم تھا۔ کیا مکہ میں شراب حرام تھی' پھر مکی دور میں رہنے والے شراب کیوں نہیں پیتے۔'' ہم قابلِ صد احترام مولانا کی خدمت میں عرض کرنا چاہیں گے کہ امتِ مسلمہ مکی دور میں نہیں ہے۔ لہٰذا دین کی طرف سے عائد پابندیاں امتِ مسلمہ کے ہر فرد پر لاگو ہوں گی۔ تمام فرائض ادا کرنے ہوں گے اور ہر منکر سے رُکنا ہوگا۔ البتہ مسلمانوں کی جو جماعت نفاذِ اسلام کے لئے کوشاں ہوگی' اُسے اِس جدوجہد کے حوالہ سے ابتدائی مراحل میں وہ طریقہ اور انداز اختیار کرنا ہوگا جو آپؐ نے مکی دور میں اختیار کیا تھا۔ ہم سب مسلمان آپؐ کے خادم اور پیروکار ہیں۔ آپؐ کی سنت کو ترک کرنا بھی ہمارے لئے ضرررساں ہوگا اور آپؐ سے قدم آگے بڑھانا بھی ہمارے لئے ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ اولاً ملک کے طول و عرض میں مسلمانوں کے دینی فرائض اور ایمان کے عملی تقاضوں کو اجاگر کیا جائے نیز اسلامی نظام کیا ہے؟ یہ کیسے آئے گا؟ اِس کے ثمرات اور نتائج کیا ہوں گے؟ اِس کا ملک بھر میں بھرپور پرچار کیا جائے' پھر جو لوگ آمادہ کار ہوں' اُنہیں ایک دھاگہ میں پرو دیا جائے یعنی جماعت بنائی جائے' جس کا ڈھانچہ بیعت کے مسنون طریقہ پر کھڑا کیا جائے۔ سب سے مشکل مرحلہ اراکین جماعت کی تربیت کا ہوگا' جس پر بھرپور محنت اور توجہ درکار ہوگی۔ جب ملک بھر سے لاکھوں تربیت یافتہ کارکن دستیاب ہوں گے' تب اقدام کی نوبت آئے گی۔ اقدام کے حوالہ سے بھی یہ وضاحت لازم ہے کہ آپ حکومت وقت سے براہِ راست جنگ نہیں کر سکتے۔ ٹینکوں اور جہازوں کا لاٹھیوں سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ پھر یہ کہ آپ کا مقابلہ کفار سے نہیں' اپنے مسلمان بھائیوں سے ہے۔ لہٰذا جان لینے کا نہیں بلکہ جان دینے کا جذبہ کام آئے گا۔ فوج کتنوں کو مارے گی' بالآخر حکمرانوں کی بجائے عوام کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے گی۔

آخر میں ہم اُن تمام افواہوں کو یکسر مسترد کرتے ہیں' جن کے ذریعے یہ الزام دیا جا رہا ہے کہ لال مسجد کی انتظامیہ ایجنسیوں کا کھیل کھیل رہی ہیں یا خود حکومت اُن کی پشت پر ہے تاکہ وکلاء کی تحریک سے توجہ ہٹائی جا سکے یا امریکیوں کو باور کروایا جائے کہ مشرف کے ہٹنے کی صورت میں انتہا پسند اسلام آباد پر قابض ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں دونوں بھائیوں کے خلوص اور دینی جذبہ پر رتی بھر شبہ نہیں' صرف اِس جذبہ کو کنٹرول کرنے اور صحیح سمت دینے کی ضرورت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ دین کا کام کرنے والوں کو اللہ شریروں کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے سفر کو نبیؐ کے نہج پر جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین ثم آمین۔ ہمارا پختہ یقین ہے کہ آپؐ کے منہج کی پیروی سے ہی دنیا میں کامیابی ممکن ہے اور اللہ کی رضا اور اُخروی فلاح بھی یہی راستہ اختیار کرنے میں ہے۔ باقی تمام راستے منزل سے دور لے جانے والے ہیں۔

تاریخ کا دوسرا راؤنڈ

عبدالستار

کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہیں۔ یقیناً ایسا ہوتا ہوگا جبھی سب لوگ اس حقیقت کو مانتے بھی ہیں اور ماننے کا برملا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی پیدائش سے چند سال پہلے نجران کی یہودی حکومت نے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لانے کے جرم میں بیس ہزار (20,000) افراد کو خندقیں کھود کر آگ میں زندہ جلا ڈالا۔ صرف ایک عیسائی زندہ بچا اور اس نے قیصر روم سے اپنے لئے مدد طلب کی۔ قیصر روم نے حبشہ کے نجاشی کے نام خط لکھا کہ ان لوگوں کی مدد کی جائے۔ نجاشی نے تعمیل حکم کرتے ہوئے بھاری فوج ابرہہ کی سرکردگی میں یمن (جو یہودی حکومت کا دارالسلطنت تھا) اور نجران کی سرکوبی کے لئے بھیجی۔ ابرہہ اور حبشی افواج نے یمن کے دارالسلطنت صنعاء کی اینٹ سے اینٹ بجادی' یہودی حکومت کا خاتمہ کردیا اور یمن سے نجران تک عیسائی حکومت کا پرچم لہرادیا۔

عرب کے اتنے بڑے خطے پر حکومت مستحکم کرنے کے بعد ابرہہ کے دماغ پر بھوت سوار ہوا کہ سرزمین عرب پر نہ صرف ان کا سکہ رائج ہو بلکہ دوسرے مذاہب اپنی شناخت ختم کرکے سرزمین عرب کی اکلوتی مستحکم حکومت کا عقیدہ و مذہب بھی اختیار کرلیں۔ چنانچہ ابرہہ نے عرب سرزمین کے لئے ایک ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا اعلان کیا' جس کے تحت فوجی و عسکری' سیاسی و اقتصادی مرکزیت کے ساتھ ساتھ مذہبی مرکزیت کے لئے بھی یمن کی حکومت کی اطاعت شعاری کو لازم قرار دیا گیا اور فرمان جاری ہوا کہ دوسرے مذہبی مراکز سے عرب لوگ اپنا ناطہ توڑلیں۔

اس مقصد کے لئے ابرہہ نے ''صنعاء'' میں ایک نہایت بلند و بالا گرجا تعمیر کیا۔ یہ گرجا اس قدر اونچا اور بلند تھا کہ اس کی اونچائی کو دیکھتے ہوئے (ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی طرح) آدمی کی ٹوپی گرجاتی تھی۔ اس وجہ سے عربوں نے اس گرجے کا نام ہی ''القلیس'' (ٹوپیاں گرانے والا) رکھ دیا۔ ابرہہ نے اس گرجے کی تعمیر پر بے پناہ دولت خرچ کی۔ لکڑی' پتھر' زروجواہر اور مینا کاری سے آراستہ یہ بلند و بالا گرجا نہ صرف عیسائی مذہب کا ایک عبادت خانہ تھا بلکہ اپنے دور کا فن تعمیر کا بھی نہایت عظیم الشان اور عدیم المثال شاہکار تھا۔ اپنے زمانے کی یہ دس منزلہ عمارت' آج کے دور کی ایک سو دس منزلہ عمارت ورلڈ ٹریڈ سینٹر جیسی بلند تھی۔ کیونکہ اس زمانے میں تعمیر موٹے پتھروں سے ہوتی تھی۔ دیواریں موٹی' چھتیں اونچی اور مضبوط ہوتی تھیں۔

یہ کلیسا تعمیر کرنے کے بعد ابرہہ نے آرڈر جاری کیا کہ آج کے بعد مکہ والے کعبہ کا طواف کرنے کوئی عرب نہیں جائے گا' آج سے سب لوگ صنعاء والے کلیسا کا طواف کریں گے۔

ورلڈ آرڈر بمقابلہ شعائر اللہ

دھرتی پر اللہ کے نام سے' اللہ کی عبادت و رضا جوئی کی خاطر تعمیر شدہ اکلوتا گھر کعبہ ہی رہ گیا تھا' ورنہ پوری دھرتی حق پرستی اور شعائر اللہ سے خالی ہوچکی تھی۔ لیکن عرب سرزمین پر اکیلے دندناتی سپر طاقت ابرہہ کو اب اللہ کی یہ آخری نشانی بھی کھٹکنے لگی تھی۔ وہ اسے بے آباد کرنے پر تل چکا تھا۔ اس کی اکلوتی خواہش یہ تھی کہ اب ہر طرح کی مرکزیت اس کی جابر و قاہر حکومت کو حاصل رہے۔

ہمارے زمانے میں ابورغال کا کردار کون ادا کررہا ہے؟ ہر شخص اپنا گریبان خود جھانک لے اور نامعلوم پتھر کا انتظار کرے کہ یہ قدرتِ خداوندی کا تاریخی فیصلہ اور سنتِ الٰہیہ ہے۔

ادھر دین ابراہیمی سے دور ہونے کے باوجود عرب بیت اللہ کے بارے میں نہایت جذباتی تھے۔ وہ کسی طور پر بھی بیت اللہ شریف کی حرمت پر کوئی سودا کرنے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ ابرہہ نے مذکورہ بالا آرڈر پر جذباتی ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کسی قریشی عرب نے صنعاء جاکر ''القلیس'' میں غلاظت کردی اور غلاظت کو پورے گرجے کی دیواروں سے مل دیا۔ اپنے گرجا کی یہ توہین دیکھ کر ابرہہ آگ بگولا ہوگیا اور اس نے بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا فیصلہ کرلیا۔

کچھ ہی دنوں کے بعد ''القلیس'' میں پراسرار آتشزدگی ہوئی' جس کے نتیجے میں آسمان سے باتیں کرتی یہ بلند و بالا عمارت دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کا ڈھیر بن کر زمیں بوس ہوگئی۔ یہ تو معلوم نہ ہوسکا کہ اتنی بڑی آگ جس سے اپنے عہد کی بلند ترین عمارت زمین پر آگری' کہاں سے لگی؟ البتہ یمن کی سپر پاور نے اس کا الزام حجازی عربوں پر رکھتے ہوئے اعلان کردیا کہ اپنے کلیسا کا انتقام لینے کے لئے ہم بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

تاریخ ہر جگہ اپنا آپ دھراتی ہے

جس طرح شعائر اللہ پر حملہ کرنے کے لئے کل ابرہہ نے یکطرفہ ڈگری جاری کرتے ہوئے عربوں پر حملہ کیا' آج امریکہ کے ابرہہ نے بھی عہد حاضر کے القلیس (ورلڈ ٹریڈ سینٹر) کی آتشزدگی پر یک طرفہ طور پر عرب مسلمانوں پر الزام عائد کرکے افغانستان کی محض اس لیے اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا اعلان کیا کہ وہ چند عرب مسلمانوں کا میزبان ہے اور انہیں محض سازشی الزامات کے تحت دشمن کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں۔

جس طرح اپنے دور کی سب سے اونچی عمارت (القلیس) ایک سازشی آگ سے جل کر دیکھتے ہی دیکھتے بھسم ہوگئی' اسی طرح ورلڈ ٹریڈ سینٹر بھی اپنے زمانے کی سب سے اونچی اور مضبوط و محفوظ عمارت ہونے کے باوجود دیکھتے ہی دیکھتے چند منٹوں میں راکھ کا ڈھیر ہوگئی۔

یوں لگتا ہے کہ اپنے اپنے زمانے میں یہ دونوں بلند و بالا عمارات عیسائی دنیا نے تعمیر ہی اس لئے کی تھیں کہ ان کو آگ لگا کر دھرتی کے امن کے خرمن میں بھی فتنہ و فساد اور جنگ و جدل کی آگ بھڑکادیں۔

ابرہہ کا حملہ اور عربوں کی بے بسی

ابرہہ اپنی طاقتور فوج لے کر جب نکلا تو پورا عرب اندر سے شدید کرب و الم کا شکار تھا' لیکن منتشر ہونے اور ایک جھنڈے یا مضبوط قیادت تلے جمع نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے اکثر عرب قبائل تو سرے سے خاموش رہے اور جن چند قبائل نے غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تھوڑا بہت مقابلہ کیا' ان بے چاروں نے نہ صرف یہ کہ منہ کی کھائی بلکہ تقریباً ان سبھی سرداروں کو قیدی بنا کر ابرہہ اپنی فوج کے ساتھ مکہ تک لے آیا۔

طائف والوں کی بے غیرتی و غداری

جن لوگوں نے ابرہہ کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی' تاریخ ان کا نام غیر مندوں کی صف میں شمار کرتی ہے۔ جو خاموش رہے' بول نہ سکے اور اندر ہی اندر گھلتے رہے' تاریخ انہیں بے بس اور مجبور قرار دے کر ان سے صرف نظر کرتی ہے۔ لیکن اس پورے واقعہ میں تاریخ طاقت والوں کو نہ معاف کرتی ہے' نہ ہی ان کا نام کسی اچھی صف میں شمار کرنا پسند کرتی ہے۔

صنعاء یمن سے مکہ آتے ہوئے مکہ سے پہلے آخری شہر جس کی سرحدیں مکہ معظمہ سے ملتی ہیں' طائف ہے۔ دور دراز کے قبائل ابرہہ کی مزاحمت کرتے یا نہ کرتے' اہل مکہ کو سب سے زیادہ اگر توقعات تھیں تو اہل طائف سے تھیں'

کہ شاید یہ لوگ ہم سے تعاون کریں تو ہم مل کر اس کا فرفوج کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! تعاون یا مدد کرنا تو درکنار اہلِ طائف نے تو خاموش تماشائی بننا بھی گوارا نہ کیا۔ بلکہ طائف کے

1۔ بنوثقیف نے آگے بڑھ کر ابرہہ کا استقبال کیا'
2۔ اس سے یہ وعدہ لیا کہ آپ طائف کو اور وہاں کے بڑے بت خانہ (لات کے بت خانہ) کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اور
3۔ انہیں لاجسٹک اور انٹیلی جنس سپورٹ فراہم کرتے ہوئے اپنے آدمی ساتھ روانہ کئے تا کہ بیرونی افواج کو مکہ مکرمہ پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

یہ بالکل اسی طرح کی صورت تھی جیسے امریکہ کے مقابلہ میں آج تمام اسلامی ممالک اندر ہی اندر کڑھ تو رہے ہیں' لیکن کسی میں نہ اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت و جرأت ہے' نہ ہی کوئی اونچی آواز نکال سکتا ہے۔ اور اگر چند مسلح گروپوں نے کہیں کہیں سر اٹھایا اور آج کے ابرہہ کا مقابلہ کیا ہے' تو اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

افغانستان پر جب امریکہ نے چڑھائی کی تو اہل طائف کی طرح افغانستان کے پڑوسی مسلمان ملک نے اپنے (عارضی) تحفظ کی بھیک مانگ کر نہ صرف یہ کہ امریکہ کو لاجسٹک اور انٹیلی جنس سپورٹ فراہم کی بلکہ اپنے تمام ایئرپورٹ اِس کے حوالے کر دیئے اور طائف والوں کی طرح ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر افغانستان کے اہل اسلام کو نصرانی افواج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ جس طرح طائف والوں نے اپنا بت خانہ اور وطن بچانے کے لئے بیت اللہ کو قربان کر دیا تھا' بالکل اسی طرح ہم نے ''پاکستان'' کے تحفظ کا نعرہ لگا کر افغانستان کو قربانی کا بکرا بنایا اور اسلامی خلافت کو ذبح کر دیا۔

ابورغال کا کردار' تاریخ کا بدترین انجام

جب کوئی قوم ضمیر فروشی پر اتر آتی ہے تو پھر اخلاق و انصاف کا کوئی ضابطہ اسے جھنجھوڑ سکتا ہے نہ ہی کوئی اور روایات اس کی آنکھوں سے بے ضمیری کی پٹی اتار پاتی ہیں۔ فارسی کی ضرب المثل ہے ''بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن''۔ چنانچہ اہل طائف نے نہ صرف ''سب سے پہلے طائف'' کا نعرہ لگایا' بلکہ ابرہہ کی فوج کی رہنمائی کی بلکہ ابورغال نے اپنا معتمد آدمی بھی ساتھ روانہ کیا تا کہ کوئی انہیں طائف کے پہاڑوں سے مکہ کی وادی تک اترنے کے لئے آسان اور مختصر راستوں سے لے جا سکے۔

ابرہہ کے لشکر نے جب حملہ کیا اور مکہ کی طرف سے بھی مزاحمت کرنے والا کوئی سپوت کھڑا نہ ہو سکا تو اللہ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی کچھ ٹولیاں بھیج کر سپر پاور کی فوج اور اس کے ہاتھی گھوڑوں پر کیمیکل بموں کا ایسا زوردار حملہ کروایا کہ ان پرندوں کی چونچ اور پنجوں سے جو بم گرتا وہ اپنے ہدف کے پورے وجود سے آر پار ہو جاتا اور جس کو لگتا اس کے پورے بدن پر آبلے اور پھنسیاں نکلنا شروع ہو جاتیں اور اس کا گوشت اور جوڑ کٹ کٹ کر اس کے وجود سے الگ ہونا شروع ہو جاتے۔ چنانچہ ساری فوج چاروں اطراف میں بھاگنے اور پناہ تلاش کرنے لگی' مگر اللہ کے عذاب سے کون پناہ دے سکتا ہے اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

ابرہہ وادیٔ مغمس سے بھاگتا ہوا صنعاء واپس پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے جسم سے گوشت کٹ کٹ کر آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عبرت کا نشان بنانے کے لئے چند ہمراہیوں کے ساتھ اسے اپنے دار الحکومت تک پہنچنے اور وہاں پہنچ کر اپنی قوم کے سامنے سسک سسک کر دم توڑنے کا موقع دیا' تا کہ قوم کو بھی معلوم ہو جائے کہ محض دنیاوی طاقت کے نشہ سے مخمور ہو کر اللہ کی نشانیوں سے ٹکر لینے اور انہیں مٹا ڈالنے کی ڈینگیں مارنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔

ابرہہ اور اس کی فوج کا جو حشر ہوا سو ہوا۔ اِس کے ساتھ ساتھ مخلصانہ غلامی اور محروم حمیت چاپلوسی کی اکلوتی مثال ابورغال کو بھی جو دشمن فوج کی آمد پر نہ صرف خاموش رہا بلکہ انہیں اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے راستہ دکھا رہا تھا۔ بیت اللہ سے غداری اور ابرہہ کی فوج کو انٹیلی جنس سپورٹ فراہم کرنے کے جرم میں' اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لئے عبرت کا نشانہ بنا دیا اور تاریخ کے بدترین انجام سے دوچار کیا۔

اللہ کے نبی آخر الزمان ﷺ کی نبوت کا نور بھی نہیں چمکا تھا' لوگوں کو نہ ایمان و کفر کے معنی سے واقفیت تھی' نہ فسق و تقویٰ کے معانی سے کوئی آشنا تھا۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کی زبانوں پر اس بدکردار و بدنہاد شخص کو گالی بنا کے رکھ دیا۔ چنانچہ تمام عرب اس کو ''ابورغال فاسق'' کہنے لگے اور جنگل کی آگ کی طرح یہ نام پورے عرب میں مشہور ہو گیا۔ حالانکہ یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں گزرا ہے' جب ''فاسق'' کا لفظ دور دور تک استعمال ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

ابورغال جب حملہ آور سپر پاور کی فوج کو لے کر وادیٔ مغمس میں پہنچا تو کسی نامعلوم کا پھینکا ہوا پتھر اس کے سر کے پچھلے حصے میں لگا جس سے وہ موقع پر ہی جہنم واصل ہو گیا اور اسے وہیں دفن کر دیا گیا۔ انسانی تاریخ میں ہمیں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ لوگوں نے کبھی کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی قبر کو سنگسار کیا ہو۔ اور یہ تو کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ پوری قوم کسی شخص کی قبر کو سنگسار کرنے پر متفق ہو جائے اور اس سنگساری کو ایک ''اچھے عمل'' کے طور پر اپنایا جائے۔ ہاں پوری تاریخ میں صرف ابورغال فاسق وہ بدکردار شخص ہے جس کے بارے میں تاریخ پورے دھڑلے سے یہ بتلاتی ہیں کہ طویل عرصہ تک اہل عرب اس کی قبر کو کارِ ثواب سمجھ کر سنگسار کیا کرتے تھے۔

ہمارے زمانے میں ابورغال کا کردار کون ادا کر رہا ہے؟ ہر شخص اپنا گریبان خود جھانک لے اور نامعلوم پتھر کا انتظار کرے کہ یہ قدرتِ خداوندی کا تاریخی فیصلہ اور سنتِ الٰہیہ ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويلا۔

میڈیا کے نامور سکالر جاوید احمد غامدی کے فکری تفردات' تجدد پسندانہ نظریات اور اُن کے پیش کردہ روشن خیال تصورِ اسلام کا قرآن و سنت کی روشنی میں علمی محاکمہ اور تحقیقی تجزیہ

جاوید احمد غامدی کے متجددانہ نظریات پر منفرد اور مستند کتاب

فکرِ غامدی

ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

تالیف:

حافظ محمد زبیر' حافظ طاہر اسلام عسکری

شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

☆ معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ☆ اعلیٰ سفید کاغذ ☆ عمدہ طباعت

☆ صفحات: 128 ☆ قیمت: 70 روپے

شائع کردہ: مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 5869501-3

website : www.tanzeem.org email : maktaba@tanzeem.org

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ

ایک رفیق...... چار احباب

رحمۃ للعالمین ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر یہ ہے کہ آپ ؐ نے نہ صرف یہ کہ مکارم اخلاق کی تکمیل فرمائی' بلکہ ایک ایسا نظام زندگی عطا کیا جس میں انسان اللہ کی بندگی کے لئے آزاد ہو گیا' اور اُسے باطل نظاموں کی محکومی سے رہائی نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات پر جو شرف بخشا ہے وہ اصل میں انسان کے روحانی وجود کی بنیاد پر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عہد بندگی لے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ یہ شعور جو انسان کو عطا کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانے، اس کی بندگی پر زندگی گزارے، یہی اصل میں شرف انسانیت ہے۔ چنانچہ انسان کے لئے اِس سے بڑا اور کوئی اعزاز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کے متعلق یہ فرمادے کہ وہ تو ہمارا بندہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا ہے اسی نسبت سے کیا ہے کہ وہ ہمارے بندے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ (آیت:23)

"اگر تمہیں اس کے بارے میں کچھ شک ہے جو ہم نے نازل کیا اپنے بندے (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تو تم بھی ایک سورت ہمارے کلام جیسی بنا کر لاؤ۔"

سورۂ بنی اسرائیل جہاں اسراء کا ذکر ہے' وہاں فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا...... ①﴾

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے (ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔"

اسی طرح سورۃ الکہف میں فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ......﴾ (آیت:1)

"تمام شکر اور تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے نازل کی یہ کتاب اپنے بندے (ﷺ) پر۔"

سورۃ النجم میں جہاں ذکر ہے معراج آسمانی کا، وہاں فرمایا:

﴿فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ⑩﴾

"پس اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔"

اسی کو علامہ اقبال نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

ہمارے رسول ﷺ ہی عبدیت کاملہ پر سرفراز ہیں اور آپ ؐ اسی لئے حامل مقام محمود ہیں اور اولین شافع محشر ہیں۔ اس عبدیت کا ظہور انسان کے اخلاق حسنہ میں ہوتا ہے' اِس نسبت سے اللہ تعالیٰ نے خود آپ ؐ کے خلق عظیم کی تصدیق کی ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④﴾ (القلم)

"اور بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔"

اخلاق حسنہ میں چوٹی پر صداقت و امانت اور ایفائے عہد کی صفات ہیں' اور رسول کریم ﷺ کے حوالے سے اس کی گواہی مکہ والوں نے آپ ؐ کے منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے ہی دے دی تھی۔

اخلاق حسنہ کا ظہور انسانیت کے ناطے سے انسانی ہمدردی کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔ اللہ کے بندے اس دنیا میں بنی نوع انسان پر ظلم برداشت نہیں کرتے اور اپنے بس پڑے ان کے دکھوں کا مداوا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ آپ ؐ کی اس صفت کا تذکرہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے' جیسے فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑫⑧﴾ (توبہ)

"بے شک آ گئے ہیں تمہارے پاس رسول جو تم ہی میں سے ہیں۔ ان پر بہت شاق گذرتا ہے تمہیں تکلیف میں دیکھنا۔ وہ تمہاری بھلائی پر بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں کے ساتھ تو ان کا معاملہ بہت ہی رأفت اور رحمت کا ہے۔"

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے
مرادیں غریبوں کی بر لانے والے
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والے
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے

رافت اور رحمت یہی تو ہے کہ انسان انسانیت کے دکھوں کو محسوس کرے اور جو اس کے بس میں ہو کر گزرے۔ آپ ؐ نے یہی کیا۔ لوگوں کے دکھوں کا مداوا کیا۔ انہیں ظلم کے حالات اور ظالمانہ نظام سے چھٹکارا دلایا۔ جس میں انسانیت کا دم گھٹ رہا تھا اور انسان انسان کا رب بنا بیٹھا تھا اور غلامی کا رواج اپنائے ہوئے تھا۔ یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر قرآن مجید آپ کو رحمۃ للعالمین قرار دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑩⑦﴾ (الانبیاء)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے کہ آپ ؐ نے نہ صرف مکارم اخلاق کی تکمیل فرمائی بلکہ ایسا نظام زندگی انسانوں کو عطا کیا جس میں ہر شخص کو اس کا حق ملا اور ظلم کے تمام نظاموں کی بیخ کنی ہوگئی۔

قرآن حکیم میں حضرت موسیٰؑ کی اپنی قوم کی مغفرت اور دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے دعا نقل ہوگی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے جو بات فرمائی' اس میں جہاں اِس امر کا تذکرہ ہے کہ اللہ کی رحمت خصوصی آپ ؐ کے سچے پیروکاروں کے لئے ہوگی' وہاں آپ ؐ کی شان رحمت کے اِس پہلو کا ذکر بھی کیا گیا کہ آپ ؐ انسانیت کو ظالمانہ نظاموں' ناروا بوجھوں اور محکومی سے نجات دلانے والے ہیں۔

﴿قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ⑮⑥ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ

اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (الاعراف)

''جواب میں ارشاد ہوا' سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں' مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے' اور اُسے مَیں اُن لوگوں کے حق میں لکھوں گا' جو نا فرمانی سے پرہیز کریں گے' زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔ (پس یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر' نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر اُنہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ اُنہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اپن کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔ تو جو لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی رفاقت کی اور اُنہیں مدد دی۔ اور جو نُور اُن کے ساتھ نازل ہوا ہے اُس کی پیروی کی۔ وہی مراد پانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے دینِ حق کی صورت میں ہمیں جو نظامِ زندگی عطا کیا' آپؐ نے اُسے تمام ادیانِ باطلہ اور نظامہائے زندگی پر غالب کر دیا' کیونکہ یہی آپؐ کا مقصدِ بعثت تھا' جیسے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ (التوبہ:33)

''اور وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو پوری ہدایت کے ساتھ اور دین الحق کے ساتھ تاکہ اسے غالب کیا جائے پوری زندگی پر۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس دین الحق کو اپنے ماننے والوں کی مدد سے دعوت، نظم اور مراحلِ جہاد سے گزار کر پہلے جزیرہ نما عرب میں غالب کیا اور پھر اپنے ماننے والوں کے ذمہ لگایا کہ اسے پوری دنیا کا دین بنا دیا جائے' اگر کوئی دینِ حق کو قبول نہیں کرتا' تو اگرچہ اُس پر جبر نہیں کیا جائے گا تاہم اُسے اسلام کے قانونِ شریعت کی بالادستی بہرحال تسلیم کرنی پڑے گی۔ غیر مسلم اپنی انفرادی زندگی میں اپنے مذہب وعقیدہ میں آزاد ہوں گے مگر ریاست کی سطح پر یہی ضابطۂ حق ہوگا جس کے تحت انہیں رہنا پڑے گا۔ اِسی لئے 9 ہجری میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا:

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبہ)

''قتال کرو (یعنی تمہاری جنگ جاری رہنی چاہئے) ان سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ اور آخرت کے دن پر اور نہیں حرام قرار دیتے ان کو جن کو حرام قرار دیا اللہ اور اس کے رسولؐ نے اور جو دین الحق کو اپنا دین قرار نہیں دیتے' اہلِ کتاب میں سے' یہاں تک کہ جزیہ دیں اور چھوٹے ہو کر رہیں۔

یہ ہے حیثیت دینِ اسلام کی جو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوعِ انسان کے لئے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ قائم کروایا' نافذ کروایا اور پھر اس کی گواہی لی اُمتیوں سے اور ان کے ذمہ لگایا کہ اگر مجھ پر ایمان رکھتے ہو اور میرے اُمتی ہونے کے دعویدار ہو تو میرے بعد یہ کام تمہیں کرنا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیرِ اُمت اور وسط اُمت قرار دیا ہے۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا ہم واقعی وہ فریضہ ادا کر رہے ہیں جو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ذمہ لگایا۔ اگر جواب ہاں میں ہے' یعنی ہم واقعی آپؐ کے عطا کردہ مشن کے لئے جدوجہد اور آپؐ کی پیروی کر رہے ہیں تو اللہ ہم پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا اور ہمارے گناہ معاف فرما دے گا۔

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ ﴾ (آل عمران)

''کہہ دیجئے' اگر تم چاہتے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت ملے تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بھی بنا لیں گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا رحمت کرنے والا ہے۔''

اتباعِ رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے ہم آپؐ کے لائے ہوئے دین کو دین الحق مان کر اس کے تابع زندگی گزاریں اور اگر وہ غالب نہیں ہے تو اس کو دوبارہ نافذ اور غالب کرنے کی کوشش کریں' تاکہ اللہ کی محبت ومغفرت کے مستحق بنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن میں آپ کا ساتھ نبھا سکیں۔ پھر ہی شفاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار ٹھہریں گے

بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

تحریکِ دعوت کے سلسلہ میں تنظیم اسلامی کے شعبۂ دعوت کے آئندہ پروگراموں کا شیڈول حسبِ ذیل ہے:

حلقہ سرحد شمالی 22 تا 26 اپریل

حلقہ پنجاب شمالی 29 اپریل تا 2 مئی

حلقہ پنجاب وسطی 29 اپریل تا یکم مئی

منجانب: مرکزی شعبۂ دعوت تنظیم اسلامی

67۔اے' علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو' لاہور۔ فون: 6316638-6366638

ای میل: markaz@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

بقیہ: کالم آف دی ویک

تعبیر وتشریح' اپنے نظامِ قضا اور نظامِ جزا وسزا کی تشکیل اور اپنی قوتِ نافذہ کو بروئے کار لانا ایسا اقدام ہے جسے علماء کی بھاری اکثریت درست خیال نہیں کرتی۔ صوبہ سرحد میں مجلس عمل کی حکومت ہے جسے عوام نے نفاذِ دین کا مینڈیٹ بھی دیا ہے اور جو تمام فقہی مسالک کی نمائندگی بھی کرتی ہے۔ خود مولانا فضل الرحمٰن' علمائے لال مسجد کے ہم مسلک ہیں' لیکن صوبہ سرحد میں بھی (حکومتی اتھارٹی رکھنے کے باوجود) نفاذِ شریعت کا یہ طریقہ کار نہیں اپنایا گیا۔ حسبہ بل ابھی تک صرف اسی لئے عملی شکل اختیار نہیں کر سکا کہ ریاستی نظم سے انحراف ممکن نہیں۔

معلوم نہیں میرے عزیز ومحترم علمائے لال مسجد کو اندازہ ہے یا نہیں کہ اُن کی ''حکمتِ عملی'' سے حکومت کو تقویت ملی ہے اور اسلام کا بے پناہ درد رکھنے والوں کو مایوسی ہوئی ہے۔ رائے عامہ اُن سے ہم آہنگ نہیں۔ خود مولانا عبدالعزیز کی سپاہ یعنی علمائے کرام ان سے مطمئن نہیں' وہ فاصلے پر چلے گئے ہیں اور چُپ سادھ لی ہے۔ حکومت مخالف اپوزیشن بھی اُن کی ہمنوائی پر آمادہ نہیں اور ہم جیسے خدام بھی اس ''حکمتِ عملی'' کا ساتھ دینے کا حوصلہ نہیں پاتے۔

نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اجر وثواب کا تعین بھی وہی کرتا ہے۔ کسی کو قابل محترم علمائے لال مسجد کی نیک نیتی اور عزمِ خیر پر حکم لگانے کی ضرورت نہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں اُن کے مرتبہ ومقام کی خبر اُسی علیم وخبیر کو ہے لیکن نظامِ کائنات صرف نیتوں پر استوار نہیں۔ سو میں علماء کی خاکِ پا ہونے کے ناتے ایک بار پھر مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی سے دست بستہ التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنی حکمتِ عملی پر نظرِ ثانی کریں۔ ایک بار پھر ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچیں کہ کیا اس سے واقعی اسلام نافذ ہو جائے گا؟ ایک بار پھر غور فرمائیں کہ اس سے اُن لوگوں کے عزائم کو تقویت تو نہیں مل رہی جو اسلام سے خبثِ باطن رکھتے اور اسے ''دہشت گردی'' سے تعبیر کرتے ہیں' اور وہ اس نکتے پر بھی ضرور تفکر فرمائیں کہ اکبر بگٹی جیسے جنگجو کو بلوچستان کے پہاڑوں میں مچھر کی طرح مسل دینے اور لال مسجد سے چند سو گز دور بیٹھے وزیراعظم کو آنِ واحد میں زنجیریں ڈال دینے والی منہ زور قوت' مسمی صورت بنائے چُپ چاپ کیوں کھڑی ہے؟

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

علامہ بدیع الزماں نورسی

سید قاسم محمود

خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد ترکی جمہوریہ قائم ہوئی تو معاشرت وسیاست اور فکر ونظر پر مغربی تہذیب کا عکس نمایاں کرنے کی بھرپور جدوجہد کی گئی۔ ''انجمن اتحاد وترقی'' نے عالمِ اسلام سے رشتہ منقطع کر کے ترکی کو مغرب (یورپ) سے مربوط کیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور اُن کے جانشینوں نے سرکاری سطح پر ملک کا قبلہ تبدیل کرنے کے لیے تمام تدابیر اختیار کیں' مگر آج بھی یہ مثل بالکل صادق آتی ہے کہ کسی ترک سے ملاقات ہو تو سمجھ لیجئے کہ:

وہ مسلمان ہے

سنی ہے

اور حنفی ہے

''ری پبلک'' کے قیام سے لے کر آج تک ترکوں کی اسلام پسندی نمایاں رہی ہے۔ طوق وسلاسل' جبر واکراہ' ظلم وتشدد اور ترغیب وتحریص کے حربے اور وسائل اُن کی مذہبی حمیت' اسلامی غیرت اور ملی جذبے کو فنا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے عہد میں اور اُن کے بعد بھی ایسے مشاہیر موجود تھے جنہوں نے سخت ترین حالات میں بھی اسلام کا پرچم سربلند کیے رکھا اور سیکولرازم کی آندھی میں اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ 1924ء سے آج تک احیائے اسلام کے لیے جماعتیں اور تحریکیں بھی اٹھتی رہی ہیں۔ چنانچہ ان کی مسلسل کاوشوں کے نتیجے میں ترکی کی حالیہ (سیکولر) تاریخ میں پہلی بار 28 جون 1996ء کو اسلام پسند ''رفاہ پارٹی'' نے مخلوط حکومت تشکیل دی اور پروفیسر نجم الدین اربکان نے وزیراعظم کی حیثیت سے پارلیمنٹ میں عہدے کا حلف لیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ فوج کے دباؤ اور سیاست کاروں کی اسلام مخالف سرگرمیوں خصوصاً امریکا برطانیہ کی پروپیگنڈا مہم کے سامنے اُن کی حکومت گیارہ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ اس موقع پر ترکی کے نامور صحافی محمد نظامو گلو نے بالکل صحیح تجزیہ کیا تھا:

''رفاہ پارٹی پر پابندی لگائی جاسکتی ہے اور اُس کے رہنماؤں کو دار وگیر میں مبتلا کیا جاسکتا ہے اور اُن میں سے بعض کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا جاسکتا ہے۔ ایسا ماضی میں بھی ہو چکا ہے اور مستقبل میں بھی اس کا امکان موجود ہے' لیکن جمہوریہ ترکی کی 74 سالہ تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ ترکوں کے اسلامی جذبے کو دبایا نہیں جاسکتا۔ یہ اسلامی جذبہ ماضی سے کہیں زیادہ آج اپنی اہمیت منوانے کے لیے تیار ہیں' مگر مختصر مدت کے لیے کوئی بُرا تجربہ نہ ہوگا کہ ترکی کی فوج اور اُس کے نواؤں کی رسی اتنی دراز کر دی جائے جتنی کہ وہ چاہتے ہیں اور انہیں دعوت دی جائے کہ وہ آگے آئیں اور ترکی کے اسلامی تشخص کو مسخ کرنے کا 13 نکاتی پروگرام نافذ کریں۔ اگر وہ تیار ہیں تو انہیں پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالنے دیں۔ زمانہ مسلمانوں کے حق میں ہے۔ یہ اُن پر منحصر ہے کہ وہ دانشمندانہ اور اسلامی طریقے سے کس طرح زمانے کے اِس فیصلے کو اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔''

ترکی کی جدید 74 سالہ تاریخ میں اسلام کے لیے جو تجدیدی' اصلاحی اور احیائی تحریکیں وقتاً فوقتاً ابھرتی رہی ہیں' ان میں سب سے پہلے شیخ بدیع الزماں سعید نورسی (1873ء-1960ء) کا نام آتا ہے' جن کے ''130 رسائل نُور'' آج بھی ترک عوام ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے سیکولر نظریات اور مغربی تہذیب وطرزِ حکومت کے مقابلے میں ترکی میں احیائے اسلام کی ایک آواز بلند ہوئی جو نحیف ونزار' وسائل وذرائع سے محروم' مگر ایمان کی جرأت سے معمور اور روحانیت کی قوت سے سرشار آواز تھی۔ یہ آواز کمالی الحاد کے سیلاب پر بند باندھنے میں تو کامیاب نہ ہوسکی' مگر دلوں میں اسلام کی جوت ضرور جگا گئی اور تزکیہ وتربیت کے ایک مستحکم نظام کے ذریعے سیکولر افکار واقدار کو ترکوں کے دلوں پر حاوی نہ ہونے دیا' بلکہ اپنے رسائل' خطبات' بیانات اور عملی احتجاجی جدوجہد کے ذریعے عوام کا رشتہ اسلام سے قائم رکھا اور انہیں قرآنی ہدایت سے فیض یاب ہونے پر آمادہ کیا۔ یہ آواز شیخ سعید نُورسی کی تھی' جن کی ذہانت' علمی قابلیت اور خداداد صلاحیت کی بنا پر علماء نے انہیں ''بدیع الزماں'' کا خطاب دیا۔

شیخ سعید نُورسی کی دعوتی اور اصلاحی تحریک کو جمہوریہ ترکی میں تنظیم وتحریکِ اسلامی کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے' کیونکہ آپ کے رسائل اور تنظیم نے ہی کمال کی زندگی میں کمالی الحاد کا مقابلہ کیا۔ سیکولر اصولوں کی مخالفت کی اور دعوت وتزکیہ کے ذریعے ترکی میں احیائے اسلام کی تخم ریزی کی' جو آگے چل کر ایک شجر سایہ دار کی شکل میں پروان چڑھا۔ لیکن شیخ نُورسی کی زندگی اور تحریک نے آخری زمانے میں بالکل نیا موڑ لیا جو ماضی کے طریق کار سے مختلف بلکہ متصادم تھا۔ اس لیے شیخ نے اپنی زندگی کے ان دونوں ادوار میں فرق کرنے کے لیے پہلے دور کو ''سعید القدیم'' اور دوسرے دور کو ''سعید الجدید'' سے موسوم کیا ہے۔

شیخ سعید نُورسی 1873ء میں صوبہ تبلس کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں کُرد خاندان میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عُمر میں تعلیم شروع ہوئی اور اردگرد واقع سکولوں میں تعلیم حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عُمر میں اُن کا شمار علماء میں ہونے لگا۔ زہد وتقویٰ' عبادت وریاضت اور تواضع وانکساری میں بچپن ہی سے نمونہ تھے۔ آپ کی زندگی کا اصل اصول تھا: ''دع ما یریبک الی مالا یریبک'' (مشکوک چیزوں کو چھوڑ کر اُن چیزوں کو اختیار کرو جن پر تمہیں اطمینان اور شرح صدر ہو)۔ تیراندازی' گھڑسواری اور دوسرے جسمانی کاموں کے ذریعے حفظانِ صحت کے اصول ابتدا ہی سے آپ کی زندگی میں جاری وساری رہے۔ جہاد وشجاعت کا جذبہ آپ کے اندر قدرتاً موجود تھا۔ جس مسلک کو صائب اور برحق سمجھا' اُس پر کسی خوف اور تردد کے بغیر عمل کیا۔

ترکی کے داخلی وخارجی مسائل' بڑی طاقتوں کی اسلام دشمنی' سازش اور اُن کے مناسب حل نے آپ کو ہمیشہ مضطرب اور بے چین رکھا۔ بیس برس کے تھے کہ اسی اضطراب نے آپ کو مسائل کے بھنور میں کود پڑنے پر مجبور کیا۔ ایک روز اخبار میں ایک برطانوی وزیر کا بیان پڑھا کہ ''جب تک قرآن مسلمانوں کے درمیان موجود ہے اور اُن کے معاشرے میں اسے عزت وعقیدت حاصل ہے' ہمارے لیے ترقی کے راستے مسدود ہیں۔ لہٰذا ہماری کامیابی کے لیے ناگزیر ہے کہ ہم اس کتاب کی قدر ومنزلت میں کمی کریں۔'' یہ بیان پڑھنا تھا کہ شیخ آپے سے باہر ہو گئے اور اُسی وقت عزمِ صمیم کیا کہ پوری زندگی قرآن کی خدمت میں بسر کریں گے۔ آپ نے شہروان کا سفر کیا جہاں پندرہ سال تک مقیم رہے۔ وہاں جامعہ الازہر کی طرز پر ''جامعۃ الزہرا'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کرنے کا خیال آیا۔ حسنِ اتفاق سے اُسی زمانے میں الازہر (قاہرہ) کے شیخ نجیب استنبول تشریف لائے تو شیخ سعید نورسی نے اُن سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات بڑی دلچسپ اور معنی خیز رہی۔ شیخ نجیب نے پوچھا: ''عثمانی حکومت اور یورپی اقوام کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟'' شیخ سعید نے سیاست سے گریز کرتے ہوئے ایسا مسکت جواب دیا' جس نے مزید سوالات کی گنجائش ختم کر دی: ''اہلِ یورپ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب اسلام یورپ میں قدم جمالے گا' جبکہ عثمانی خلافت میں یورپی طور طریقے رائج ہو رہے ہیں جو جلد ہی ہمارے معاشرے پر حاوی ہو جائیں گے۔''

شیخ نورسی کا جامعۃ الزہرا قائم کرنے کا منصوبہ 1951ء ہی میں رُوبہ عمل ہوسکا' جبکہ عدنان مندریس وزیراعظم نے آپ کو مالی امداد فراہم کی۔ اس جامعہ کی اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ اس میں عربی' ترکی اور کُردی تینوں زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی' مگر سب سے زیادہ زور عربی پر تھا۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ روایتی

علوم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا تھا‘ کیونکہ اُن کے بقول: ”مذہبی علوم ایمان اور رُوح کی روشنی ہیں‘ سائنسی علوم عقل و دانش کے لیے روشنی کا کام کرتے ہیں اور حق و صداقت اِن دونوں کے مزاج ہی سے ظہور میں آتی ہے“۔ بہر حال جامعۃ الزہرا قائم ہوئی تا کہ ملک کے تینوں فکری و تعلیمی طبقوں میں ہم آہنگی پیدا کر سکے اور جدید علوم کے حاملین (اہلِ سکول)‘ مذہبی علوم کے طلبہ (اہل مدرسہ) اور طریقت کے متبعین (اہل تکیہ) کے درمیان ہم آہنگی کی راہ نکالی جاسکے۔

شیخ نے جامعۃ الزہرا کے لیے حکومت سے تعاون و امداد حاصل کرنے اور دارالحکومت کے علماء سے مناظرہ کرنے کی غرض سے وان چھوڑ کر 32 سال کی عمر میں استنبول آ گئے‘ جہاں سلطان عبدالحمید ثانی کا تیس سالہ دورِ حکومت اختتام کے قریب تھا اور ”انجمن اتحاد و ترقی“ سلطان کے خلاف سرگرم عمل تھی۔ شیخ اس صورتِ حال میں بالکل غیر جانب دار نہ رہ سکے۔ انہوں نے سلطان کے خلاف کوئی جارحانہ رویہ اختیار نہ کیا‘ حالانکہ اُن کی ہمدردی انجمن اتحاد و ترقی کے ساتھ تھی۔ جولائی 1908ء کی بغاوت میں شیخ نے بھی حصہ لیا تھا جس کے نتیجے میں عثمانی دستور کی ازسرِنو تدوین ہوئی تھی۔ چونکہ یہ بغاوت بتدریج خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے اور ترکی جمہوریہ کی تشکیل پر منتج ہوئی تھی‘ اس لیے اسلامی جماعتیں اِس کے شدید خلاف تھیں‘ مگر تعجب ہے کہ شیخ نوری نے اس اقدام کا ساتھ دیا اور سلطان کے مخالفوں کی حمایت کی۔

انجمن اتحادِ محمدیؐ

مغربی فکر‘ تہذیب اور طرزِ حکومت سے متاثر و مرعوب نوجوان ترکوں نے ”انجمن اتحاد و ترقی“ قائم کی‘ جس کا مقصد سلطان عبدالحمید خان ثانی کی حکومت کا تختہ پلٹنا تھا۔ جولائی 1908ء میں ترک نوجوان اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

”تنظیمات“ کی راہ سے مغربی افکار و اقدار کی برتری اور مغربی طاقتوں کی شہ پر ترکی میں داخلی انتشار پہلے ہی برپا ہو چکا تھا۔ سلطان عبدالحمید خان اپنی دینی حمیت کی وجہ سے ان نوجوانوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ جب انہیں معزول کر دیا گیا تو مغربی طاقتوں کو کھل کھیلنے کا پورا موقع مل گیا۔ اِس مغربی طرزِ فکر کا مقابلہ کرنے کے لیے ”انجمن اتحادِ محمدیؐ“ کی تشکیل کی گئی۔ ”وحدت‘ آزادی اور اصلاح“ اِس انجمن کا نعرہ قرار پایا‘ مگر ساتھ ہی شریعت کے نفاذ پر اصرار بھی اس کے مقاصد میں شامل تھا۔ انجمن کے بانی شیخ نُورسی نے لکھا:

”اگر ہم نے اسلامی طریقے کے مطابق آزادی حاصل نہ کی تو استبداد اور غلامی دونوں لعنتیں پھر ہمارے اوپر مسلط ہو جائیں گی اور ہماری حیثیت قربانی کے بکرے سے زیادہ نہ ہوگی۔“

شیخ کی قائم کردہ اِس انجمن کی سرگرمیوں سے نہ صرف مغرب نواز انجمن اتحاد کے رہنماؤں کو تشویش لاحق ہوئی بلکہ فری میسن نے اپنے ایک یہودی لیڈر کو آپ سے مناظرے کے لیے بھیجا۔ استنبول میں مناظرہ ہوا۔ بحث و مباحث کے بعد یہودی آخر میں یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا:

”یہ عجیب و غریب آدمی ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مجھے اسلام کے سلسلے میں اپنے دلائل سے مرعوب کیا ہے۔“

”انجمن اتحاد محمدی“ 5 اپریل 1909ء کو قائم ہوئی تھی۔ اس کے بانیوں میں درویش وحدتی بھی شریک تھا جو ایک اخبار ”وولکان“ کا مالک تھا۔ اس اخبار کو انجمن کا ترجمان قرار دیا گیا۔ انجمن کا مقصد اسلام کی بنیاد پر خلافتِ عثمانیہ کی تشکیل نو اور دنیائے اسلام کی وحدت تھا۔ اخبار ”وولکان“ میں شیخ نُورسی نے مغربیت اور الحاد کے خلاف مضامین اور کالموں کا سلسلہ شروع کیا۔ انجمن کی تشکیل کے فوراً بعد اپریل 1909ء ہی میں البانوی سپاہیوں کی بغاوت پھوٹ پڑی جس کے اثرات نے استنبول کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور استنبول اور دوسرے شہروں کے لوگ بھی اِس بغاوت میں شریک ہو گئے۔ باغیوں کا ایک ہی نعرہ تھا کہ ”ہم شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔“ اس بغاوت کا رُخ ظاہر ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی کی مغرب نواز تحریک کے خلاف تھا۔ سلونیکا کی فوج نے کمانڈر محمود شوکت پاشا کی قیادت میں اس بغاوت کو کچل دیا۔ انجمن اتحاد و ترقی کی گرفت اور مضبوط ہو گئی اور اس نے سلطان عبدالحمید خان کو معزول کر کے سلطان محمد رشاد کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا۔ اپریل 1909ء کی اس ناکام بغاوت میں انجمن اتحاد محمدی اور اس کے قائد شیخ سعید نُورسی نے بھی حصہ لیا تھا۔ لہٰذا انجمن کے متعدد افراد کو گرفتار کیا گیا اور اُن پر بھی سرکاری طور پر جبر و تشدد کیا گیا۔ آپ کو عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ وہاں آپ نے جو مومنانہ اور بصیرت افروز بیان دیا‘ اُس کا ایک ایک حرف آبِ زرین سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے ہزار بار زندگی ملے اور اسلامی اصولوں میں سے مجھے کسی ایک اصول کے تحفظ و دفاع کی خاطر مجھے قربانی دینی پڑے تو مجھے ذرا بھی تردد اور اضطراب نہ ہوگا۔ میں ملّتِ اسلامیہ کے سوا کسی اور چیز کو تسلیم نہیں کرتا۔ میں کہتا ہوں کہ میں اِس برزخ (جیل) کے سامنے کھڑا اُس گاڑی کے انتظار میں ہوں جو مجھے آخرت تک لے جائے۔ میں نہایت شوق سے سفرِ آخرت کے لیے تیار ہوں‘ اور میں بھی پھانسی کی سزا پانے والوں میں شامل ہونے کا آرزو مند ہوں۔ تم لوگوں نے میرے لیے جلاوطنی کی سزا تجویز کی ہے جو بہت معمولی سزا ہے۔ اگر تمہارے اندر طاقت ہو تو اس سے بڑی سزا دو...... یہ حکومت دورِ استبداد میں عقل کی دشمن تھی اور آج زندگی کی دشمن بن گئی ہے۔ اگر موجودہ حکومت کا یہی حال رہا تو یہاں صرف پاگل لوگ ہی زندہ رہیں گے‘ چاروں طرف موت رقص کناں ہوگی اور ظالموں کے لیے جہنم کی زندگی مقدر ہے۔

تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ انجمنِ اتحاد محمدیؐ سے میرا کیا تعلق ہے؟ میرا جواب ہے کہ ہاں‘ مجھے فخر ہے کہ میں اِس کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ لیکن کیا تم بتا سکتے ہو کہ چند سر پھرے اور احمقوں کو چھوڑ کر‘ کس کا اس انجمن سے تعلق نہیں ہے؟ میرا دوسرا جُرم یہ ہے کہ میں لادین مصنفین اور فری مسین سے تعلق رکھنے والے صحافیوں کے راستے میں رکاوٹ ہوں۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ ایک قلم کار کو اپنی دعوت و تبلیغ اور تحریروں میں شائستہ و مہذب ہونا چاہیئے‘ خاص طور پر جب وہ خود کو مسلمان اور اُمت کا ترجمان کہتا ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ جس طرح ایک باوقار اور سنجیدہ شخص کے لیے گویوں کا لباس زیب تن کرنا مناسب نہیں ہے‘ اسی طرح استنبول کے لیے یورپی تہذیب کو اختیار کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔“

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ‘ سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے‘ نئے قالین‘ عمدہ فرنیچر‘ صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے‘ اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلّاقی و صنّاعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن‘ جی ٹی روڈ‘ امان کوٹ‘ مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056‘ ہوٹل: 0946-835295‘ فیکس: 0946-720031

پردہ

عورت کی حقیقی آزادی کی علامت

سارہ بوکر

نومسلم سارہ بوکر قبول اسلام سے پہلے ایک ماڈل' فلم ایکٹرس اور فٹنس انسٹرکٹر کی حیثیت سے جانی جاتی تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے باقاعدہ حجاب کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا' تو انہیں وہ سکون و اطمینان حاصل ہوا' جو بکنی' شرٹ اور عریانیت کی علمبردار مغربی تہذیب نے چھین لیا تھا۔ زیرِ نظر مضمون میں انہوں نے اپنے جاہلیت سے اسلام کی طرف سفر کی داستان مختصراً بیان کی ہے۔ اِس داستان میں بطور خاص اُن مسلمان خواتین کے لئے روشنی اور راہنمائی کا سامان ہے' جو مغربی تہذیب کی چکا چوند سے سخت متاثر ہیں اور بے حجابی ہی کو اصل آزادی قرار دیتی ہیں۔ یہ مضمون ماہنامہ القلم میں شائع ہوا ہے۔ ہم مذکورہ رسالے کے شکریہ کے ساتھ اُسے ندائے خلافت میں شائع کررہے ہیں۔ (ادارہ)

میں ایک امریکی خاتون ہوں' جو امریکہ کے قلب نیویارک میں پیدا ہوئی۔ میری نوجوانی ایک امریکی لڑکی ہی کی طرح گزری۔ میرا ایک ہی شوق تھا' امریکہ کے ''عظیم شہر'' کی گلیمر بھری زندگی میں جاذبیت اور دلکشی کی دوڑ میں حصہ لوں۔ پھر میں فلوریڈا کے شہر میامی کے ایک ساحلی مقام پر رہنے لگی۔ جو علاقہ ''گلیمرس زندگی'' چاہنے والوں کی آخری خواہش ہوتا ہے' جو شراب و شباب کی سرمستیوں کی عروج گاہ ہے۔ میری زندگی وہاں ویسی ہی تھی جیسی ایک عام مغربی لڑکی کی ایسے مقامات پر اور ان مواقع کو پا کر ہوتی ہے جو مجھے حاصل تھے۔ میری ساری توجہ اپنے سراپے اور اس بات پر تھی کہ میں کیسے زیادہ سے زیادہ جاذبِ نظر اور دلکش بن جاؤں' اور کس طرح میری ہر ادا مسحور کن اور دل ربا ہو جائے۔ میری نظر میں میری اہمیت اور مقام و مرتبہ کا پیمانہ یہی تھا کہ دوسروں کی کس قدر توجہ مجھے ملتی ہے۔

میں نے وہاں مجنونانہ محنت کی اور میں ایک ماڈل اور جسمانی ورزش کی ٹرینر بن گئی' پھر میں نے ساحلی مقام پر ایک ایسا فلیٹ خرید لیا جس کی کھڑکیاں سمندر کی طرف کھلتی تھیں۔ میں پابندی سے ساحل پر (پورے مغربی انداز میں) تفریح کرنے جانے والی لڑکی بن گئی۔ اب میری زندگی مغربی معیار سے وہ تھی جس کے خواب دکھائے اور دیکھے جاتے ہیں۔

مدت گزری' پھر سال گزرنے لگے' اور میرے اندر اطمینان و سکون بجائے بڑھنے کے کم ہوتے گئے۔ میری نسوانی کشش جس قدر بڑھتی جاتی اور جتنا میں (بظاہر) کامیابیوں کی منزلیں طے کرتی میرے اندرونی خلا اور بے اعتمادی میں بھی اس قدر اضافہ ہوتا جاتا۔ میں شدید قسم کی ذلت اور حقارت میں اپنے آپ کو ڈوبا ہوا محسوس کرتی' میں فیشن کی غلام بن گئی تھی اور میرا مصرف بس یہ تھا کہ دوسروں کی آنکھوں اور دلوں کو خوش کروں۔

میرا معیارِ زندگی جتنا اونچا ہوتا' میرا اعتماد اتنا ہی نیچا ہو جاتا۔ میں نے ان حقائق سے منہ چرانا چاہا' مگر وہ فرار کے ہر موڑ پر مجھ کو چڑانے کے لئے موجود ہوتے۔ آخر میں اپنے آپ سے اوب گئی۔ میں نے نشہ کی پناہ لی' کلبوں اور پارٹیوں میں جا کر دل بہلانا چاہا' مگر سب بے سود۔ میں نے روحانی مراقبوں سے اپنی بے سکونی کا علاج کرنا چاہا' جب یہ تدبیر ناکام ہو گئی تو مذہب بدلے' ایکٹوازم کا سہارا لیا' یعنی فلاحی اور اجتماعی تحریکوں میں لگی' مگر ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق میری ترقیوں میں جو اضافہ ہو رہا تھا' اور میری لائف اسٹائل جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا میری اندرونی بے اعتمادی کی آگ مجھے جلاتی جا رہی تھی۔

اسی دوران نائن الیون کا واقعہ پیش آیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے بعد اسلام اور اسلامی اقدار و تہذیب کے خلاف ایک خطرناک اور چوطرفہ حملہ ہو چکا ہے' اور پھر بد اور بدنام ''نئی صلیبی جنگ'' کا بھی اعلان ہوا۔ اب میری توجہ دینِ اسلام کی طرف مبذول ہوئی۔ اب تک تو میرے ذہن میں اسلام کے نام پر صرف چند تصویروں کے نقوش تھے' ترپالوں میں لپٹی عورت' بیویوں کو پیٹتے مرد' گھروں کے پچھلے حصے میں زنان خانے اور دہشت گردی کی دنیا۔

میں ایک سماجی کارکن تھی جو عورتوں کی آزادی کی علم بردار اور دنیا میں لوگوں کی بہتر زندگی کے لئے کچھ کرنا چاہتی تھی۔ اپنے اس کام کے سلسلے میں میری ملاقات ایک سینئر کارکن سے ہوئی' جو اس سلسلے میں اچھا کام کر چکا تھا۔ وہ بلا کسی تفریق کے سارے انسانوں کے لئے انصاف اور بہبود کا داعی تھا۔ اس شخص سے ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ انصاف' آزادی اور احترام' یہ آفاقی اقدار ہیں اور سارے انسانوں کو ملنے چاہئیں نہ کہ صرف بعض کو۔ اب مجھے احساس ہوا کہ سارے انسانوں کے لئے بھلا سوچنا خلوص کے بعد ہی ممکن ہے۔ پہلے میں صرف چند کے لئے اچھا سوچتی تھی' اب میں بلاتفریق ہر قسم کے لوگوں کے حقوق کے بارے میں سوچنے لگی۔

اچانک ایک دن میرے سامنے قرآنِ مقدس آیا' مغرب نے جس کی بڑی منفی تصویر بنا رکھی ہے۔ پہلے تو قرآن کے اسلوب و انداز نے مجھے متوجہ کیا' پھر اس نے کائنات' انسان اور زندگی کے حقائق اور عبد و معبود کے رشتے پر جو روشنی ڈالی' اس نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن نے اپنا مخاطب براہِ راست انسان اور اس کی روح کو بنایا ہے اور وہ کسی بچولیے یا پادری کے بغیر انسان کو اللہ کا مخاطب بناتا ہے۔

آخرکار وہ لمحہ آ گیا جب میں نے سچائی کو تسلیم کر لیا۔ میں جس منزل کے لئے سرگرداں تھی اور جس سکون کے لئے بے تاب تھی' مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صرف اسلام قبول کر کے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ میری داخلی بے تابیوں اور اضطراب کا علاج صرف ایمان سے ہو سکتا ہے اور میرے مسائل کا حل مہم جوئی (Activisiom) میں نہیں' عملی مسلم بننے میں ہے۔

میں نے ایک برقعہ اور سر اور گردن کو ڈھکنے والا اسکارف خرید لیا' جو ایک مسلم عورت کا شرعی لباس ہے۔ اب میں اسلامی باوقار لباس کے ساتھ ان راستوں اور ان دکانوں اور لوگوں کے سامنے سے گزرتی جن کے سامنے کچھ دن پہلے میرا گزر بکنی' شرٹ اور ''شاندار'' مغربی لباس میں ہوتا تھا۔ اب بھی سب کچھ وہی ہوتا جو پہلے ہوتا تھا۔ مگر ایک چیز بدلی ہوئی تھی۔ میں اور میرا اندرونی اطمینان و سکون اور خود اعتمادی اور تحفظ کا احساس۔ ایسا احساس جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ مجھے لگا کہ ساری زنجیریں ٹوٹ کر بکھر گئی ہیں۔ میری گردن کے طوق پاش پاش ہو گئے ہیں' اور میں نے آزادی حاصل کر لی ہے۔ میں بڑی خوش تھی کہ ان آنکھوں میں اب تعجب اور دوری کے آثار تھے جو پہلے مجھ کو ایسے دیکھتے تھے جیسے شکاری اپنے شکار کو اور باز ننھی منی چڑیا کو۔ حجاب نے میرے کندھوں کے ایک بڑے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ مجھے ایک خاص طرح کی غلامی اور ذلت سے نکال لیا۔ اب دوسروں کے دلوں کو لبھانے کے لئے میں گھنٹوں میک اپ نہیں کرتی تھی' اب میں اس غلامی سے آزاد تھی۔

ابھی میں پردے میں صرف سر اور گردن ڈھکتی' اور ''عبا'' (برقعہ) پہنتی' مگر مجھے نقاب کی طرف توجہ ہوئی اور وہ اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ مغرب کی مسلم عورتوں میں نقاب کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے جن سے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے نکاح کر لیا تھا مشورہ کیا۔ ان کی رائے تھی کہ چہرہ ڈھکنا یعنی نقاب افضل ہے لازمی نہیں۔ البتہ حجاب یعنی چہرہ کے علاوہ جسم ڈھکنا لازمی ہے۔ ابھی تک میرا پردہ یہ تھا کہ صرف ہاتھ اور چہرے کو چھوڑ کر میرا پورا جسم ڈھکا ہوتا۔ میں ایک اسکارف اور ایک ڈھیلا

ڈھالا لمبا (گاؤن) عبا استعمال کرتی۔ ڈیڑھ سال اسی طرح گزرا۔ پھر میں نے اپنے شوہر سے کہا' میں چہرہ بھی ڈھکنا چاہتی ہوں' اس لئے کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ میرے اللہ کو زیادہ راضی کرنے والا عمل ہوگا۔ وہ مجھے ایک دکان پر لے گئے' جہاں میں نے ایک ''اسدال'' (ایک عربی برقعہ جو سر سے پاؤں تک ہر چیز ڈھک دیتا ہے) خریدا۔ اب صرف آنکھیں کھلتی ہیں اور کچھ نہیں۔

یہ بھی کیسی منافقت اور دوغلا رویہ ہے کہ اگر کوئی حکومت عورتوں کے لباس کے لئے کچھ ضابطے بنائے تو مغرب کہتا ہے کہ یہ انسانی آزادی کی مخالفت اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی ہے اور اگر عورت اپنے انتخاب سے نقاب اوڑھے تو آپ اس کی آزادیوں کو سلب کرتے ہیں' اس کو تعلیم اور سروس سے محروم کرتے ہیں

ہدایت یابی کا میرا یہ سفر جاری تھا کہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ سیاست دانوں' ویٹیکن کے پادریوں' آزادی کے علم برداروں اور نام نہاد انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والوں نے حجاب و نقاب کے خلاف مہم چھیڑ دی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حجاب عورتوں پر ظلم کی علامت ہے' کوئی اعتراض کر رہا ہے کہ یہ اتحاد و یکجہتی (Integration) میں رُکاوٹ بن رہا ہے اور اب مصر سے کسی نے یہ کہتے ہوئے سُر میں سُر ملایا کہ یہ پچھڑے پن کی نانی ہے۔

یہ بھی کیسی منافقت اور دوغلا رویہ ہے کہ اگر کوئی حکومت عورتوں کے لباس کے لئے کچھ ضابطے بنائے تو مغرب کہتا ہے کہ یہ انسانی آزادی کی مخالفت اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی ہے اور اگر عورت اپنے انتخاب سے نقاب اوڑھے تو آپ اس کی آزادیوں کو سلب کرتے ہیں' اس کو تعلیم اور سروس سے محروم کرتے ہیں۔ یہ ظلم صرف تیونس اور مراکش جیسی استبدادی حکومتیں ہی نہیں کر رہی بلکہ یہ ہالینڈ اور برطانیہ میں بھی ہو رہا ہے۔

میں اب بھی فیمینسٹ (عورتوں کے حقوق کی حامی) ہوں' مگر ایک مسلم فیمینسٹ' جو مسلم عورتوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی ایمانی ذمہ داریوں کو ادا کریں' اپنے شوہر کو اچھا مسلمان بننے میں مدد کریں' اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ استقامت کے ساتھ دین پر جمیں اور اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کے لئے منارۂ نور بن جائیں۔ میری آپ کو دعوت ہے کہ آپ ہر خیر کو لازم پکڑ لیں اور ہر شر سے نبرد آزما ہو جائیں' حق کی آواز بلند کریں اور بدی کی مخالفت پر کمر کس لیں۔ ہمارے نقاب و حجاب کے حق کے لئے لڑیں اور اللہ کو راضی کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب پردہ کرنے والی عورتیں اپنی ان ساری بہنوں کو حجاب کے بارے میں بتائیں جو بدقسمتی سے نہیں جانتیں کہ پردہ کیا مبارک شے ہے' ہم ان کو بتائیں کہ حجاب ہم کو کتنا عزیز ہے اور ہم کیوں نہایت فخر و محبت کے ساتھ اس کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔

میں جن معزز خواتین کو جانتی ہوں کہ انہوں نے صرف حجاب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نقاب سے چہرہ ڈھکا' ان میں سے اکثر مغربی نو مسلم خواتین ہیں۔ ان میں سے کچھ تو غیر شادی شدہ دوشیزائیں ہیں۔ اکثر کو تو نقاب کی وجہ سے مسائل بھی پیش

آتے ہیں۔ ان کی سوسائٹی' خاندان اور گھر کے لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہ آزادانہ انتخاب کے حق کو تسلیم نہ کرنے ہی کی ایک شکل ہے کہ معاشرے میں ہر طرف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے عورتوں پر ننگے ہونے اور بھڑکیلے پن کی حد تک دل ربائی اختیار کرنے کی اندھا دھند تبلیغ کی جائے اور عملاً ان کو خواہی نہ خواہی اس کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ میرا کہنا ہے کہ عورتوں کو حجاب کی تہذیب کو جاننے کا بھی برابر کا موقع دیا جانا چاہیے' تا کہ وہ اس پاک و پُرسکون تہذیب کی خوبیوں کو جان سکیں اور ان کو وہ معلوم ہو جو مجھے معلوم ہوا ہے۔ میں کل تک عریانیت کو ہی اپنی آزادی کی علامت سمجھتی تھی' پھر مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ ایک پا بجولاں آزادی تھی' جس نے مجھ کو خود اعترافی اور ذاتی اعتماد سے عاری کر دیا تھا اور میری روح کو بے چینی کی آگ میں ڈال دیا تھا۔

مجھے اپنے فحش لباس کو اُتار کر اور مغرب کی دل ربا (Glamorous) طرزِ زندگی کو چھوڑ کر اپنے خالق کی معرفت و بندگی والی ایک باوقار زندگی کو اختیار کرنے سے جو مسرت و اطمینان کا احساس ہوا ہے' میں اس کی کوئی مثال نہیں دے سکتی۔ ایسی خوشی مجھے کبھی نہیں ہوتی تھی۔ اسی لئے چہرہ ڈھکنے اور نقاب پر مجھے اصرار ہے۔ پردہ میرا وہ حق ہے جو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی' اس کے لئے میں لڑ مروں گی مگر اس کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی۔

نقاب آج عورت کی آزادی کی ایک باعزت علامت ہے' جو اُسے ناپاک اور غلیظ ذہن کے مالک لوگوں کی ہوس رانیوں کے لئے ٹائلٹ پیپر کی طرح کا سامان بننے سے بچاتا ہے۔ نقاب پہن کر عورت پہچانتی ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کا مقصدِ زندگی کیا ہے اور اس کو اپنے خالق (اللہ) سے کیسا رشتہ و رابطہ قائم کرنا ہے۔

جو عورتیں اسلامی حجاب کی باوقار و باحیا تہذیب کے بارے میں مغرب کے قدیم گھسے پٹے متعصبانہ تصورات کی شکار ہیں' ان سے میں کہتی ہوں:

''تمہیں پتہ نہیں' تم کس عظیم نعمت سے محروم ہو۔''

اور ''تہذیب'' کے نامبارک ٹھیکے داروں اور نام نہاد ''مصلحیوں'' سے میرا کہنا ہے: ''تم بھی حجاب اختیار کرو' اسی میں تمہاری نجات ہے۔''

حمد باری تعالیٰ

سجاد مسعود قریشی

قلم دوات و شعور و تدبّر و فرصت
سبھی ہیں معرفتِ حق سے قاصر و عاجز
وہ خود ستائی میں بھی یکتا و یگانہ ہے
فصاحتیں بھی ہیں کوتاہ بلاغتیں عاجز
گمان و وہم سے ہے ماوریٰ وہ ذاتِ قدیم
تخیلات ہیں پابند حسنِ ظن عاجز
تصورات سے کھنچتی نہیں شبیہ اُس کی
نگاہِ عشق و محبت کی ہر ادا عاجز
جمال کیا کوئی دیکھے جلال کیا دیکھے
ہر ایک آلہ و پیمانۂ نگاہ عاجز
مکالمے پہ ہی اے موسیٰؑ اکتفا کر لو
کہ اُس کے تابِ نظارہ سے طور بھی عاجز
ازل سے کھوج رہے ہیں علیم کی حکمت
کہ اہلِ علم کی دریافتیں ہوئیں عاجز
صفات و ذات ہیں ناقابلِ بیاں اُس کی
کمالِ علم و ہنر اور ذکاوتیں عاجز
سنا جو مژدۂ توحید مصطفیٰ ﷺ سے تو پھر
قبولِ حق سے نہ میرا یقیں ہوا عاجز

ایک دردمندانہ اپیل

عرفان صدیقی

جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے بارے میں کچھ لکھتے ہوئے میں بڑی مشکل میں ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں گہرا تعلق خاطر رکھتا ہوں۔ ان کا مقدمہ لڑتے ہوئے مجھے کبھی اُلجھن کا سامنا نہیں ہوا۔ کبھی اس احساسِ کمتری نے ڈنک نہیں مارا کہ لوگ مجھے بنیاد پرست کہیں گے اور کبھی اس وسوسے نے نہیں جکڑا کہ میں روشن خیالوں کی صف میں شمار نہیں ہوسکوں گا۔ دین کے نام لیوا اور اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دینے والے لوگ ہمیشہ میرے دل میں رہے ہیں۔ دینی مدارس کے دفاع کو ہمیشہ میں نے اپنا فرضِ عین جانا۔ برقی قمقموں سے جگمگاتی اس دنیا میں مٹی کے یہ دیئے دینی، نظریاتی اور تہذیبی تشخص کے قلعے ہیں۔ نفسا نفسی اور حرص و ہوس کی اس اندھیر نگری میں 'مولوی' ہمارا محسن ہے کہ اس نے معاشرے کو کچھ قدروں سے باندھ رکھا ہے۔ روشن خیالی کے مبلغ اسی لئے دینی مدارس کے درپے ہیں کہ مزاحمت کے یہ قلعے مسمار ہو جائیں۔ وہ اسی لئے علمائے کرام کی تضحیک کو اپنا منشور بنائے ہوئے ہیں کہ لادینیت کے لشکروں کے سامنے کھڑا رہنے والا کوئی مردِ کار باقی نہ رہے۔ وہ اسی لئے دینی مدارس کے نصاب سے کھیل رہے ہیں کہ اس ''روحِ محمد ﷺ'' پر ضرب کاری لگائی جائے جو ہزار مشکلات کے باوجود زندہ و بیدار ہے اور جو طاغوت کی ہر یلغار کے بعد توی تر ہو جاتی ہے۔

مجھے اس بات کی بھی خبر ہے کہ لال مسجد کا اصل قصور کیا ہے اور وہ کیوں والیانِ ریاست کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ مسجد کے فرشتہ خو اور جری خطیب مولانا عبداللہ کو سرِ عام شہید کر دیا گیا۔ پاکستان میں شہادت پانے والے بیسیوں علمائے کرام کی طرح آج تک مولانا عبداللہ شہید کے قاتلوں کا سراغ بھی نہیں ملا۔ اپنے عظیم والد کی مسند پر فروکش ہونے والے مولانا عبدالعزیز نے بھی حق گوئی و بے باکی کا چلن نہ چھوڑا اور اپنے شہید والد کی روح کو آسودہ رکھا۔ ان کے برادر اصغر مولانا عبدالرشید غازی نے اس مشن میں اپنے بھائی کا بھرپور ساتھ دیا۔ لال مسجد سے منسلک جامعہ حفصہ اور ای سیون میں واقع جامعہ فریدیہ ایک عرصے سے حکومت کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ حالیہ احتجاج اور چلڈرن لائبریری پر قبضے سے کئی ماہ قبل دونوں بھائی رنگارنگ مقدمات میں جکڑ دیئے گئے تھے۔ عبدالرشید غازی کو تو باقاعدہ ''دہشت گرد'' قرار دے دیا گیا تھا۔ لال مسجد سے اس پُر خاش کے کئی محرکات ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اسلام آباد کی کچھ مساجد شہید کئے جانے اور مدارس کو نوٹس جاری ہونے کے بعد لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے احتجاج کی آواز اٹھی تو ملک بھر کے علمائے کرام نے اس کا ساتھ دیا۔ اپنے مطالبات کو اُجاگر کرنے کے لئے طالبات نے چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا تو بھی اسے احتجاجی معمول کا حصہ مان لیا گیا۔ کراچی سے پشاور تک سارے

> نفاذ دین کی آرزو اور مساعی سے کون اختلاف کرسکتا ہے، لیکن ہر مشن ایک اندازِ کار مانگتا ہے۔ ریاست کیسی ہی کیوں نہ ہو، کسی نظم پر چلتی ہے۔ یہ نظم اسلام کے تقاضوں کے منافی ہو تو ذہن و قلب کی تطہیر، فکر و نظر کی تربیت اور سیرت و کردار کے تزکیہ کے لئے لمبی جدوجہد درکار ہوتی ہے۔

علمائے کرام متحرک ہو گئے۔ ان کے قافلے اسلام آباد میں اترنے لگے۔ جید اور بزرگ علمائے کرام نے مولانا عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ انتظامیہ کے ذمہ داروں سے ملے۔ مذاکرات کے عمل میں کئی نشیب و فراز آئے۔ پاکستان کا کوئی قابل ذکر عالم دین ایسا نہ تھا جس نے اس کارِ خیر میں حصہ نہ لیا ہو۔ بالآخر ایک معاہدہ طے پا گیا جس کے تحت حکومت نے تسلیم کر لیا کہ شہید کردہ مساجد دوبارہ تعمیر کر دی جائیں گی۔ آئندہ کسی مسجد یا مدرسے کے بارے میں کوئی اقدام علمائے کرام اور انتظامیہ کے ارکان پر مشتمل کمیٹی کی متفقہ منظوری کے بغیر نہیں اٹھایا جائے گا۔ اگرچہ حکومت کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں وہ شامل نہ تھے جن کا حکم سکہ رائج الوقت کا درجہ رکھتا ہے لیکن مقتدر علمائے کرام کی ضمانت بہرحال وزنی تھی۔ اس کے بعد گمان غالب یہی تھا کہ چلڈرن لائبریری کا قبضہ واگزار کر دیا جائے گا اور معاملہ خوش اسلوبی سے حل ہو جائے گا۔

علمائے کرام کی مساعی اس اعتبار سے بے ثمر رہیں کہ لال مسجد نے معاہدے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ علماء کا ایک وفد قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کے ہمراہ مجھے ملنے آیا اور کہا کہ میں جامعہ کی طالبات اور مولانا حضرات سے بات کروں۔ مجھے اس میں تذبذب تھا لیکن علمائے کرام اور جناب اعجاز الحق کے کہنے پر جامعہ حفصہ کی طالبات کی ایکشن کمیٹی سے ملا۔ مولانا عبدالرشید غازی اور مولانا عبدالعزیز سے تفصیلی ملاقات کی۔ اس کا کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ مولانا عبدالعزیز کا اصرار تھا کہ مساجد اور مدارس کے معاملات کے علاوہ اسلامی نظام کے نفاذ کا واضح اور فوری اعلان ان کا بنیادی مطالبہ ہے جسے تسلیم کئے بغیر احتجاج جاری رہے گا۔

اس کے بعد میں اس معاملے سے لاتعلق ہو گیا لیکن برطانیہ اور سعودی عرب کے حالیہ دوروں کے دوران مجھے بے حد حیرت ہوئی کہ جب کم و بیش ہر محفل میں، ہر شخص نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ سمندر پار پاکستانی عدلیہ کے بحران سے بھی زیادہ اس موضوع پر مضطرب تھے۔ میرے لئے دکھ کا پہلو یہ بھی تھا کہ ان میں کسی کی رائے لال مسجد کی انتظامیہ کے موقف سے ہم آہنگ نہ تھی۔ میں نے اپنی ہمدردانہ وابستگی کے تناظر میں کچھ کہنا چاہا تو لوگوں کو ناگوار گزرا۔ میں پوری دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لاٹھی بردار بچیوں کی تصویروں نے بھی کچھ اچھا تاثر قائم نہیں کیا بلکہ اس سے مغرب کے منفی پراپیگنڈے کو تقویت ملی۔ چلڈرن لائبریری پر مستقل قبضے سے بھی اصل کاز کو نقصان پہنچا۔ نفاذ دین کی آرزو اور مساعی سے کون اختلاف کرسکتا ہے، لیکن ہر مشن ایک اندازِ کار مانگتا ہے۔ حکمت و دانش اور تدبر و بصیرت کو مومن کی میراث کہا گیا ہے۔ ریاست کیسی ہی کیوں نہ ہو، کسی نظم پر چلتی ہے۔ یہ نظم اسلام کے تقاضوں کے منافی ہو تو ذہن و قلب کی تطہیر، فکر و نظر کی تربیت اور سیرت و کردار کے تزکیہ کے لئے لمبی جدوجہد درکار ہوتی ہے۔ معاشرے کو صالح خطوط پر استوار کرنا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں بہترین رہنمائی اسوہ رسول ﷺ سے ملتی ہے۔ میں عالم دین نہیں، نہ ہی شرعی و فقہی مسائل کی نزاکتوں سے آگاہ ہوں لیکن ایک ریاست کے اندر ریاستی ضابطوں سے متصادم اپنے نظریہ و موقف کے مطابق اسلام کی (باقی صفحہ 19 پر)

تفہیم المسائل

☆ کیا ڈاکٹر کے مشورے سے الکحل ملی دوا استعمال کی جا سکتی ہے؟ ☆ اگر کوئی شخص گاؤں کی مشترکہ چراگاہ پر قبضہ کر لے تو......؟

☆ کیا سود کی رقم سے نادار عزیزوں اور دوستوں کے قرضے ادا کیے جا سکتے ہیں؟

☆ میں اپنے والدین کو کس طرح یہ مشورہ دوں کہ وہ نمازیں باقاعدگی سے ادا کیا کریں

پوچھے گئے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: بینک اکاؤنٹ پر جو سُود حاصل ہوتا ہے کیا اس کے ذریعے اپنے نادار عزیزوں اور دوستوں کے قرضے ادا کیے جا سکتے ہیں؟ (مشاق احمد)

ج: اس ضمن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ بینک میں سودی اکاؤنٹ نہیں کھلوانا چاہیے۔ ضرورت کے پیش نظر صرف کرنٹ اکاؤنٹ ہی کھلوانا درست ہے۔ لیکن اگر آپ نے پہلے سے سودی اکاؤنٹ کھلوا رکھا ہے تو آئندہ کے لئے اسے جاری مت رکھیں۔ البتہ اب تک جو سود کی رقم اس اکاؤنٹ میں شامل ہوئی ہے اس کے بارے میں علماء کی دو آراء ہیں بعض علماء "و ذروا مابقی من الربوا" سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سود کی رقم لینا ہی حرام ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اگر سودی رقم کو کسی مسلمان بھائی کی ایسے تاوان یا قرضے وغیرہ کی ادائیگی میں بغیر ثواب کی نیت صرف کر لیا جائے کہ جس کی ادائیگی کی وہ استطاعت نہیں رکھتا تو یہ جائز ہے۔ واللہ علم بالصواب

س: کسی ادارے میں کام کرنے والے کو اتنی تنخواہ نہیں ملتی کہ جتنی ملنی چاہیے' کیا وہ ادارے کے لیے خریدی گئی اشیاء پر کمیشن لے کر اپنا گزارہ کر سکتا ہے؟

ج: ایسا کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ وہ شخص اپنے اس کمیشن کے بارے میں اس ادارے سے اجازت حاصل کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو یہ جائز نہیں ہوگا' کیونکہ اس میں ایک قسم کا غبن اور دھوکا ہے۔

س: میں اپنے والدین کو کس طرح یہ مشورہ دوں کہ وہ نمازیں باقاعدگی سے ادا کیا کریں اور رمضان المبارک کے روزے رکھا کریں؟

ج: اس کا آسان حل یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق کسی عالم کی آڈیو ویڈیو کیسٹ یا سی ڈی ان کو سنوائیں یا اس موضوع سے متعلق کوئی اچھا لٹریچر یا کتاب ان کو پڑھنے کے لیے دیں یا انہیں دروس یا پروگراموں میں شرکت کی دعوت دیں' ان شاء اللہ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

س: کیا ڈاکٹر کے مشورے سے ایسی دوا استعمال کی جا سکتی ہے جس میں الکحل کی آمیزش ہو؟

ج: بعض علماء اس کی اجازت دیتے ہیں جبکہ بعض علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر تو الکحل کسی دوا میں بطور جزو ingredient کے شامل ہے تو پھر اُس سے اجتناب بہتر ہو گا لیکن اگر اسے صرف بطور Preservative استعمال کیا گیا ہے تو پھر اس کے جواز کی صورت نظر آتی ہے۔ واللہ اعلم

س: فی زمانہ دفاتر وغیرہ میں پینٹ یا شلوار کا ٹخنوں سے اوپر رکھنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے' گو اس میں تکبر کا پہلو شامل نہیں ہوتا لیکن لوگوں کی نظروں میں یہ مروجہ لباس سے الگ سمجھا جاتا ہے۔ براہ کرم اس طرزِ عمل کے حوالے سے دین اسلام کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

ج: بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی جو وعید احادیث میں ہے اس کی علت تکبر ہے' صحیح نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض احادیث میں کپڑا لٹکانے کے ساتھ تکبر کا ذکر آیا ہے لیکن یہ محض اس کی علت کے طور پر بیان نہیں ہوا' اس لئے کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں "ان جر الازار من المخیلة" کپڑا لٹکانا یہ خود تکبر کی ایک قسم ہے۔ بہرحال ہمیں نبی اکرمؐ کی تعلیم کے مطابق کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

س: اگر کوئی شخص گاؤں کی مشترکہ چراگاہ پر قبضہ کر لے' اور پھر اُسے اپنے ذاتی استعمال میں لائے یعنی وہاں مکان بنا لے' شجر کاری کرے یا اُسے وقف کر دے یا اُس زمین کو فروخت کر کے وہ رقم مسجد میں استعمال کرے تو شریعت کی نظر میں اُس کا یہ عمل کیسا ہے؟ (محمد نادر خان' چترال)

ج: ایسی چراگاہ جو تمام لوگوں کے استعمال میں ہو' اجتماعی ملکیت ہے۔ اس کے کسی حصے پر قبضہ کرنا یا اس میں اپنا مکان بنانا ناجائز ہے اور اُس ذریعے سے حاصل شدہ رقم بھی ناجائز ہوگی لہٰذا ایسی رقم کا مساجد یا مفاد عامہ کے کاموں میں استعمال بھی ناجائز ہوگا۔

ضرورت رشتہ

☆ تنظیم اسلامی گوجر خان کے ملتزم رفیق' عمر 25 سال' تعلیم میٹرک کے لئے دیندار گھرانے سے رشتہ کی ضرورت ہے۔ نوجوان کا اپنا کاروبار اور ذاتی گھر ہے۔

برائے رابطہ: مشتاق حسین: 0333-5133598

☆☆☆☆☆

☆ شکار پور کے رہائشی رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی تین بیٹیوں کے لئے صوبہ سندھ بالخصوص کراچی سے تعلق رکھنے والے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار نوجوانوں کے رشتے درکار ہیں۔ بیٹیوں کے کوائف درج ذیل ہیں:

1۔ عمر 23 سال' تعلیم میٹرک' امور خانہ داری میں ماہر
2۔ عمر 18 سال' تعلیم بی اے' سلائی کڑھائی کا کام جانتی ہے
3۔ عمر 16 سال' تعلیم پرائمری' دست کاری میں ماہر

برائے رابطہ: 0334-2903903 (بعد نماز عشاء)

☆☆☆☆

☆ میٹرک میں زیر تعلیم' 17 سالہ نیک باپردہ' امور خانہ داری میں ماہر لڑکی کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: سردار اعوان: 3-5869501

☆ کوٹ خواجہ سعید لاہور میں رہائش پذیر میڈیکل کے شعبے سے وابستہ 29 سالہ لڑکے' تعلیم بی اے کے لئے دینی گھرانے کی پشتو سمجھنے والی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-8020209

قارئین! کالم "تفہیم المسائل" کے لئے آپ اپنے سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیج سکتے ہیں۔

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

22 مارچ بروز جمعرات مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی میں حلقہ لاہور کی سطح پر شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد پونے نو بجے پروگرام کا آغاز ہوا۔ اس پروگرام کے انچارج حلقہ لاہور کے ناظم حسن ظہیر صاحب تھے' جن کے ابتدائی کلمات کے بعد قرۃ العین نے تذکیر بالقرآن کے حوالے سے سورۃ البقرہ کے آخری رکوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ سورۂ بقرہ کی ان آیات کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص بھی ان آیات کو رات کو پڑھ کر سوئے گا' وہ اس کے لئے کافی وشافی ہوں گی۔ اور ایک اور حدیث کے مطابق یہ آیات آنحضورؐ کو معراج کی شب عطا کی گئیں۔ انہوں نے کہا کہ ان آیات کے حوالے سے جو عام فہم باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے۔ انسان مالک نہیں ہے بلکہ وہ امین ہے۔ روئے زمین پر جو مساجد ہیں وہ ایک حدیث کے مطابق کعبہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور مسجد سے تعلق ایمان کی علامت ہے اور مومن کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے' لہٰذا اللہ سے تعلق کو بڑھانے کے لئے مسجد سے اپنا تعلق مضبوط کیجئے۔ آج ہمارا یہ حال ہوتا ہے ہم صرف فرض نماز کے لئے ہی مسجد میں جاتے ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے جب بھی کوئی پریشانی ہو فوراً مسجد میں جائیں اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ تیسرے یہ کہ ان میں استغفار کی اہمیت بیان کی گئی۔ خود حضورؐ کا فرمان یہ ہے کہ میں دن میں ستر ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ استغفار ہی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص استغفار کرے گا اللہ اس کو بخش دے گا اور اس جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو گمان تک نہ ہوگا۔

اس کے بعد عاطف عماد نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے حضورؐ کی وہ حدیث بیان فرمائی جو حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ایک مسلم بندے کا دل کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا۔ i) عمل کا اخلاص اللہ کے لئے ii) اصحاب امر (اختیار) کی خیر خواہی جماعت کا التزام۔ انہوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہر رفیق کوئی بھی عمل کرتے ہوئے یہ ضرور خیال رکھے کہ میرا یہ کام خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس کے بعد اصحاب امر کے لئے خیر خواہی کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جہاں یہ ریاست کے امیر کے لئے ہے وہاں ایک یہ غلبۂ اسلام کے لئے کوشاں جماعت کے اصحاب امر کے لئے بھی ہے۔ تنظیم اسلامی میں امیر محترم کے بعد اصحاب امر کی ایک لمبی chain ہے۔ جس میں سب سے آخر پر نقیب اسرہ آتا ہے۔ ہمیں ان سب کی خیر خواہی کرنی ہے۔

اس کے بعد حسن ظہیر نے تنظیم اسلامی میں جاری دعوتی مہم ''ایک رفیق چار احباب'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اب تک آپ کے سامنے اس دعوتی مہم کے پہلے مرحلے میں اس کا لائحہ عمل رکھا جا چکا ہے۔ دوسرے مرحلے میں تمام تنظیم میں ناظمین دعوت کا تقرر کیا جا چکا ہے۔ تیسرے مرحلے میں ہر تنظیم کے امیر، ناظم دعوت اور نقباء سے مرکزی ٹیم کی ملاقاتیں بھی ہو چکی ہیں۔ اب آپ کے سامنے عملی طور پر دو چیزیں رکھی گئی ہیں۔ بامقصد حلقہ قرآنی کا اجراء (جس حلقے کے ذریعے ہم دیئے گئے لائحہ عمل کے مطابق اپنے احباب کے سامنے دعوت دین رکھ سکیں)۔ اور اس کے لئے احباب سے رابطہ۔ ان کی گفتگو کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ چائے کے وقفے کے بعد سیرت صحابہؓ کے عنوان سے حلقہ لاہور کے ناظم بیت المال عبدالرشید رحمانی نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی سیرت کے حوالے سے گفتگو کی۔ پھر دعوتی مہم کے عنوان سے ایک مذاکرہ ہوا جس کو حسن ظہیر نے کنڈکٹ کیا اور آخر میں تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفیق نومسلم عبدالوارث نے اپنا تعارف کرایا۔ انہوں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ انہوں نے اپنے کچھ واقعات سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ اس کے بعد رات سونے کا وقفہ ہوا۔

صبح نماز فجر کے بعد امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے رفقاء سے مختصر گفتگو کی۔ انہوں نے سورۂ عنکبوت کی آیات 59، 60 کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ سورت مکی ہے اور اس دور کی ہے جب صحابہ کرامؓ پر سختی اپنے انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے حضرت خبابؓ بن الارت پر گزرنے والے حالات کا بھی تذکرہ کیا۔ اور فرمایا کہ اب اس مرحلہ پر صحابہ کرامؓ کو ہدایات اور بشارتیں دی جا رہی ہیں۔ اور اس کے بعد ہجرت حبشہ کا حکم آ گیا۔ دعائیہ کلمات پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: محمد یونس)

بانیٔ تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ سیالکوٹ

ہفتہ: 21 اپریل

بعد نماز مغرب انوار کلب سیالکوٹ

موضوع: قیامِ پاکستان میں علامہ اقبال کا کردار

اتوار: 22 اپریل

11 بجے دن' انوار کلب سیالکوٹ......سوال و جواب کی نشست

آملہ' ریٹھا' سکاکائی' بادام اور کلونجی

جیسے قدرتی اجزاء کا مرکب' خالص ہربل شیمپو

رابیل آملہ' ریٹھا' سکاکائی شیمپو

جس کے استعمال سے

بال گرنا بند' خشکی سکری کا مکمل خاتمہ اور بال نرم' ملائم اور چمکدار

پاکستان کے تمام شہروں سے ڈسٹری بیوٹرز درکار ہیں۔

رفقاء تنظیم اسلامی کے لئے خصوصی رعایتی پیکج

برائے رابطہ: 0321-4093541

تیار کردہ: عقیل انٹر پرائزز' پاکستان

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ جمال پور حلقہ بہاولپور کے رفیق ماسٹر علی اصغر کے والد انتقال کر گئے۔

☆ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے خادم خاص عبدالغفور مسافر اور شعبہ مطبوعات کے کارکن محمد خلیق (جونیئر) کے ماموں انتقال کر گئے۔

☆ تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے اسرہ النور ٹاؤن کے نقیب حاجی غلام یاسین کی والدہ کا تلہ گنگ میں قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا ہے۔

☆ رینالہ خورد (حلقہ لاہور) کے رفیق تنظیم اسلامی عبداللہ رشید کی صاحبزادی کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔

☆ تنظیم اسلامی لاہور شمالی نمبر 1 کے رفیق اور ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ کے بھائی سلیم الدین خواجہ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کوسووہ آزادی کی راہ پر

1999ء سے بلقان کا مسلم اکثریتی علاقہ' کوسووہ اقوام متحدہ کے زیر انتظام چلا آ رہا ہے۔اس سے قبل سربیائی فوج نے کوسووہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا تھا جو تاریخ انسانیت کا ایک نہایت المناک اور سیاہ باب ہے۔اقوام متحدہ نے فن لینڈ کے سابق صدر مارتی اہتساری کو کوسووہ کے مستقبل پر ایک مفصل رپورٹ تیار کرنے کو کہا تھا۔طویل انتظار کے بعد اہتساری نے رپورٹ پیش کر دی ہے جو کوسووین مسلمانوں کے لیے خوشی کا پیغام لائی ہے۔

اہتساری نے اقوام متحدہ کو تجویز دی ہے کہ کوسووہ کو آزاد ملک قرار دے دیا جائے' یہی تمام مسائل کا حل ہے۔اسی طرح وہاں معاشی اور سیاسی طور پر استحکام پیدا ہوگا۔' کوسووہ میں آباد سربوں' سربیا اور روس نے یہ تجویز مسترد کر دی ہے' تاہم کوسووین مسلمانوں نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔یاد رہے کہ کوسووہ میں 90 فیصد آبادی مسلم ہے۔روسیوں اور سربوں کا کہنا ہے کہ ابھی مزید مذاکرات ہونے چاہئیں لیکن کوسووہ مسلمان اور خود اہتساری اس امر کے خلاف ہیں۔

خوش قسمتی سے امریکیوں نے اہتساری کی تجویز کی حمایت کی ہے۔امریکہ کے نائب وزیر خارجہ نکولاس برنز نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کوسووہ کی آزادی کے سلسلے میں سلامتی کونسل اپریل یا مئی میں قرارداد منظور کر لے گی' مگر مسئلہ روس کا ہے جو ویٹو پاور رکھتا ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ اُسے کیونکر راضی کیا جاتا ہے۔اس وقت مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ ہر سطح پر کوسووین مسلمانوں کی ہر ممکن حمایت کریں' تاکہ وہ ظالم سربوں کے قبضے سے رہائی پا کر آزادی کی نعمت حاصل کر سکیں۔

پاکستان میں امریکی ایجنٹ تنظیم

امریکا کے اے بی سی نیوز نے خبر دی ہے کہ امریکی ایک بلوچستانی تنظیم' جنداللہ کے ذریعے ایرانی فوجیوں پر حملے کرا رہے ہیں۔اس تنظیم کا سربراہ عبدالمالک ریگی ہے اور یہ پاکستانی بلوچستان میں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہے۔اسی نے فروری میں زاہدان میں بس پر سوار گیارہ ایرانی فوجی ہلاک کر دیئے تھے۔یاد رہے کہ ایرانی بلوچستان میں آباد بلوچی ایران سے الگ ہو کر اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ان کے جذبات سے فائدہ اٹھا کر امریکی انہیں ایرانی حکومت کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ریگی کو امریکا اسلحہ خریدنے اور تنظیم کے کارکنوں کو تربیت دینے کے لیے چوری چھپے فنڈز فراہم کر رہا ہے۔

یورپی مسلمان امریکا کے لیے خطرہ؟

امریکا کے ہوم لینڈ سیکیورٹی چیف نے برطانوی اخبار' ٹیلی گراف کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے "امریکی حکومت سمجھتی ہے کہ اس کے ملک میں اگلا حملہ وہ مسلمان کریں گے جو یورپ میں آباد ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں انہیں دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔اس کے مقابلے میں امریکا میں انہیں ہر قسم کی سہولیات حاصل ہیں اور وہ نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ اور امیر ہیں۔"

یاد رہے کہ 26 یورپی ممالک کے شہریوں کو امریکا میں داخل ہونے کے لیے ویزے کی ضرورت نہیں۔اب امریکا کو یہ موہومہ خطرہ لاحق ہے کہ یورپ میں آباد مسلمان اس سہولت سے فائدہ اٹھا کر بغرض دہشت گردی آ سکتے ہیں۔کیا یہ بات عجیب نہیں کہ یورپی مسلمانوں سے ممکنہ دہشت گردی کے خطرہ کا واویلا وہ ملک کر رہا ہے' جس نے اسلامی دنیا کو جنونی جارحیت اور دہشت گردی کا نشانہ بنا رکھا ہے۔

عبوری حکومت غیر آئینی ہے

بنگلہ دیش کی عبوری حکومت نے پچھلے دنوں اعلان کیا تھا کہ اگلے اٹھارہ ماہ میں انتخابات کرانے کا کوئی ارادہ نہیں۔اس بات نے عوامی لیگ کی سربراہ' شیخ حسینہ کو چراغ پا کر دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اتنے طویل عرصے تک انتخابات نہ کرانا غیر آئینی اور غیر جمہوری طریقہ ہے۔انہوں نے عبوری حکومت کے سربراہ' فخر الدین احمد پر زور دیا ہے کہ وہ جلد از جلد انتخابات کرائیں۔نیز ایمرجنسی ہٹا کر سیاسی مہم شروع کرنے کی اجازت دی جائے۔

موغا دیشو میں مزید ایتھوپین فوج

اخباری اطلاعات کے مطابق ایتھوپیا نے صومالیہ کے دارالحکومت' موغا دیشو میں مزید فوج بھجوا دی ہے' تاکہ وہاں امن قائم ہو سکے۔وہاں متفرق گروہوں کے درمیان شدید لڑائی کی وجہ سے کئی ہزار شہری فرار ہو گئے تھے۔ایتھوپیائی فوج بظاہر صومالیہ میں امن قائم کرنے آئی ہے' مگر حقیقتاً اس نے وہاں حالات مزید خراب کر دیئے ہیں۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صومالیہ پر قبضے کا برسوں پرانا ایتھوپیا کا خواب پورا ہو جائے۔

القاعدہ اور صدام حسین کا کوئی تعلق نہیں

آخر کار پینٹاگون نے اپنی ایک رپورٹ کے ذریعے یہ اقرار کر لیا ہے کہ صدام حسین اور القاعدہ کے مابین کوئی تعلق نہیں تھا۔یہ رپورٹ امریکی محکمہ دفاع کے انسپکٹر جنرل تھامس گمبل نے تیار کی ہے اور اس میں صدام کے دو قریبی ساتھیوں اور خود صدام سے پوچھ گچھ کی رپورٹیں بھی شامل ہیں۔یاد رہے' حادثہ 11 ستمبر کے بعد بش انتظامیہ نے وسیع پیمانے پر یہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ امریکی عمارتوں پر حملے میں صدام حسین کا بھی ہاتھ ہے اور اس نے القاعدہ کو بھاری رقم مہیا کی تھی۔

چیچنیا کا نیا صدر

چیچنیا میں تحریک آزادی جاری ہے۔دوسری طرف ماسکو نواز' تیس سالہ رمضان قادر یوف نے چیچنیا کے نئے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھا لیا ہے۔یہ پہلے اپنے ملک کا وزیر اعظم تھا' جب اس کی عمر تیس سال ہو گئی' تو وہ آئین کی رو سے صدر بننے کا اہل ہو گیا۔یوں روسی صدر' پیوٹن نے اُسے صدر بنا دیا۔قادر یوف چیچنیا میں پیوٹن کا دست راست سمجھا جاتا ہے۔

پوپ کی نئی کتاب

16 اپریل کو اسی (80) سالہ پوپ بنی ڈکٹ کی چار سو صفحات پر مشتمل کتاب "Jesus of Nazareth" شائع ہو رہی ہے۔اس میں پوپ نے کھل کر گلوبلائزیشن اور امیر ممالک کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یورپی ممالک نے افریقہ اور دیگر غریب ممالک کو جی بھر کر لوٹا اور وہاں کی دولت اپنے ہاں جمع کر لی۔پوپ نے مادہ پرست جدید تہذیب کو بھی جی بھر کر لتاڑا ہے۔

ہفت روزہ

مبتدی و ملتزم تربیت گاہیں

بمقام: مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور

22/اپریل (بروز اتوار نماز عصر) تا 28/اپریل (بروز ہفتہ) 2007ء منعقد ہو رہی ہیں۔(ان شاء اللہ)

زیادہ سے زیادہ مبتدی و ملتزم رفقاء ان میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: **مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی**

رابطہ: 0321-7061586 6366638 042-6316638

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 14

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Mark LeVine

Moderation Rocks in Pakistan

Driving into Pakistan's North-West Frontier Province, there is a sign on the road that welcomes you to "the land of hospitality." This is not what you'd expect to find on your way to Peshawar, gateway to the region controlled by the Taliban and Al Qaeda, where Osama bin Laden is likely hiding. But it's an indication of how filled with contradictions Pakistan is today.Consider Peshawar. It's an extremely conservative city in which cheap drugs and pornography are readily available. Many streets are in a decrepit state, yet the city has one of the loveliest parks I've ever seen.

Violence, both petty and political, permeates Pakistani society as a whole. But then there is Sajid and Zeeshan, one of Pakistan's hottest new rock bands, whose improbably beautiful new album was recorded almost entirely in the home studio of the band's keyboard player — using vintage synthesizers and guitars bought for a song at the smugglers' bazaar in Peshawar.

Pakistani rock 'n' roll symbolizes the potential of the country to return to its historic roots as a bastion of tolerance and artistic and intellectual creativity. Almost a dozen music video channels beam a constant supply of the country's pop music into living rooms. The head of newly established MTV Pakistan, Wiqar Khan, was raised in England by a father who is the imam at a London mosque.

Perhaps the best hope for the future, though, lies in someone like Junaid Jamshed, one of the biggest pop stars in Pakistani history, who in recent years gave up his rock-star life and became extremely religious. Yet while he has come to believe that the use of musical instruments is forbidden in Islam, his recording of "naats," traditional Pakistani songs extolling the prophet Mohammed, is among the country's best-selling albums. He still supports his old comrades and is adamant that the only way to spread a true version of Islam is through tolerance and "respecting the good in all religions and people, to give more and expect little."

Jamshed is hardly alone in his openness. Among the few optimistic developments in Pakistan has been the reemergence of a more "moderate" Islam. This became clear during my recent visit to Islamabad's International Islamic University, whose intellectually curious students and faculty spent hours explaining how they are synthesizing the best of the Islamic and Western intellectual traditions.

Jamshed has a nuanced view of how to bring about political change; he has come to believe that direct political assaults through music only turn people off. "The Beatles, the Doors, and other bands might have created a counterculture," Jamshed explained to me after returning from one of his preaching trips through the country. "But to really change society you need to have something to hook people into, an alternative that they will want to follow." For Jamshed, Islam is that alternative, and we can hope that his version prevails — and not the Taliban's.

Yet there is still ample reason for concern. The greatest threat to Pakistan's stability, if not existence, is the vast disparity in wealth that divides the privileged upper class from the mass of the people. Despite Western fears that militant Islam is the main threat to democracy and modernization, it is better understood as a tragic response to the deliberate attempts by the country's elite and its Western backers to stymie both.

And unfortunately, the children of the elite seem disinclined to break this cycle, as I saw at a party thrown by the son of a senior government official. The festivities featured a stage, light, and sound system on which local bands played their best Guns N' Roses impersonations. It also featured a catered buffet and half a dozen heavily armed, poorly paid, angry looking guards.

Many people with whom I spoke fear that without a significant but unlikely change for the better, the Pakistani state and society will fracture beyond repair. Pakistan's news media are generally freer than their counterparts in Egypt or Jordan, and Pakistan's artists have experienced unprecedented freedom. But that cultural dynamism only goes so far. Apart from Junaid Jamshed, most artists are scared to step into the political fray. The West, however, doesn't have the option of sitting on the sidelines to see what develops next. The disastrous repercussions of a disintegrating Pakistan are almost too frightening to contemplate. Iraq pales in comparison.

(Coutesy: Commondreams.org)